اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ

الحدیث

تو زندہ ہے واللہ

ہے چشم عالم سے چھپ جانے والے

محمد رسول اللہ

خورشید ملت
ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

ادارہ وحدت اسلامیہ
مکتبہ شمس و قمر

أَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ

الحدیث

تو زندہ ہے واللہ

مگر چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

خورشید ملت

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ: ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور

خطیب ومفتی مرکز اہلسنت ڈونگا باغ سیالکوٹ

ادارہ وحدت اسلامیہ   مکتبہ شمس و قمر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ٥

نام کتاب ...... تو زندہ ہے واللہ

تالیف ...... ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ ادارہ وحدتِ اسلامیہ، لاہور پاکستان

باہتمام ...... قاری عابد حسین فریدی

ناظم ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور (0300-4131106)

نگران طباعت...... حافظ محمد کاشف جمیل (0345-4666768)

مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ شمس وقمر بھاٹی چوک لاہور

کمپوزنگ ...... مولانا محمد اکرام اللہ بٹ (0300-6212350)

تصحیح ...... مولانا محمد فاروق شریف، حافظ محمد شہزاد ہاشمی

اشاعت ...... بار سوم --- صفر المظفر 1435ھ / دسمبر 2013ء

قیمت ...... -/400 روپے

ناشر ...... ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور / مکتبہ شمس وقمر بھاٹی چوک لاہور

ملنے کے پتے:

☆ مکتبہ شمس وقمر، نزد جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی چوک لاہور (0345-4666768)

☆ القرآن اکیڈیمی، کشمیر پارک، ونڈالہ روڈ، شاہدرہ لاہور (0300-4131106)

☆ مرکز اہلسنّت، ڈونگا باغ سیالکوٹ (0300-4411690) ☆ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ ساہیوال

☆ مکتبہ اہلسنّت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ☆ والضحیٰ پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور

☆ جامعہ ابوبکر، گلستانِ جوہر بلاک 13 کراچی ☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور

حُسنِ ترتیب (تُو زندہ ہے واللہ)

ہدیۂ تشکر

☆ استاذ الاساتذہ، نوجوان مذہبی سکالر، حضرت علامہ صاحبزادہ

مفتی محمد طاہر تبسم قادری صاحب

سربراہ ادارہ تعلیماتِ نبویہ، بند روڈ لاہور و استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆ ترجمانِ فکر رضا، خطیب اسلام پیر طریقت حضرت علامہ

صاحبزادہ پیر محمد حامد سرفراز صاحب

بانی و مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ رشد الایمان ڈجکوٹ

☆ یادگار اسلاف استاذ العلماء ادیب شہیر ابو البرکات حضرت

علامہ الحاج محمد اللہ دتہ فریدی صاحب

خطیب اعظم فرید ٹاؤن ساہیوال

☆ فاضل نوجوان خطیب اہلسنت حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد نعیم امجد چشتی صاحب

مدیر مکتبہ فریدیہ، ساہیوال

☆ مجاہد اہلسنت، غازیٔ نشتر پارک

حضرت علامہ محمد اشرف گورمانی صاحب

مہتمم جامعہ ابوبکر، گلستانِ جوہر بلاک نمبر 13۔ کراچی

الاھداء

محسنِ اہلسنت، مخدومِ ملت، شیخ العلماء، مفتی اعظم پاکستان
ترجمانِ تعلیماتِ امام احمد رضا، یادگارِ اسلاف حضرت علامہ
مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ
کے نام!!!

جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کو جامعہ نظامیہ رضویہ
اور فتاویٰ رضویہ (جدید) کی صورت میں دو عظیم تحفے عطا
فرمائے۔

خاکپائے علمائے حق

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

الانتساب

فقیہ العصر، فرید الدہر، محدثِ زماں، مفسرِ قرآں، جامی دوراں
آبروئے اہلسنّت، پیرِ طریقت رہبرِ شریعت، حضرت قبلہ

ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی

بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ، ساہیوال

کے نام!!!

جن کی محنت و اخلاص کا ثمر آج عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ فریدیہ کی صورت میں دعوتِ نظارہ پیش کر رہا ہے اور جو اپنی شاخیں / برانچز پوری دنیا میں پھیلا چکا ہے، جہاں سے ناچیز سمیت لاکھوں تشنگانِ علوم نے پیاس بجھائی اور ان شاء اللہ قیامت تک بجھاتے رہیں گے۔

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار

خاکپائے اساتذۂ جامعہ فریدیہ

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

تقریظ

استاذ العلماء فخر المدرسین حضرت علامہ ابوالحسان مفتی محمد طاہر تبسم قادری

سربراہ: ادارہ تعلیمات نبویہ لاہور
سینئر مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی ذاتِ والا بابرکات کی طرف کسی حوالے سے بھی منسوب ہونا یقیناً بہت بڑے اعزاز کی بات ہے چنانچہ بڑے خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں اپنی تقریر یا تحریر کے ذریعے آپ کی مدح سرائی کا موقع میسر آ جائے۔ کوئی بھی مبلغ، مدرس، مفسر، محدث مصنف، شاعر یا ادیب اپنے علم وفن کے ذریعے سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتا بلکہ آپ کے ذکر اور نام کی برکت سے اپنی بات کا وزن بڑھا لیتا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
ولکن مدحت مقالتی بمحمدی

ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں سے ایک نام نوجوان فاضل، طرح دار خطیب، صاحب طرز ادیب علامہ ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازھری زیدہ مجدہ کا بھی ہے جنہوں نے اپنی طلاقتِ لسانی اور قلم کی روانی کو ناموسِ رسالت اور عظمتِ مصطفیٰ کے تحفظ اور دشمنانِ مصطفیٰ کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ خطابت کے میدان میں اس وقت آپ کا طوطی بول رہا ہے بلاشبہ انہیں میدانِ خطابت کا شہسوار کہا جا سکتا ہے، اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے جو خطباء مقبول ومشہور ہو جاتے ہیں وہ اپنے چند خطبات وتقاریر پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں انہی کے سہارے زندگی گزار دیتے

ہیں، محنت نہیں کرتے چونکہ آج کمپیٹیشن کا دور ہے لہذا وہ اس دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔مگر راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جنوبی پنجاب سے پشاور و کشمیر تک یکساں مقبول ہونے کے باوجود، کتب کی خریداری اور مطالعہ ومحنت کی عادت ترک نہیں کی۔اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے معرکۂ خطابت سَر کر لینے کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ خدمتِ دین کے دیگر شعبوں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔دینی ادارے کے قیام کے حوالے سے بڑے عرصے سے سرتوڑ کوششیں کر رہے تھے بالآخر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور سرکار مدینہ ﷺ کی نظر کرم سے اپنی ذاتی کمائی سے ادارے کے لئے نہ صرف ڈیڑھ کنال اراضی خریدنے میں کامیاب ہوئے بلکہ ادارہ وحدتِ اسلامیہ کے نام سے اس کا شاندار افتتاح بھی ہو چکا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارے کو تعمیر وترقی کی منازل سے روشناس فرمائے۔

اسی طرح تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ دوسروں سے پیچھے نہیں رہے بلکہ اس محاذ پر بھی باطل، بے دین، گمراہ اور گستاخ افراد اور فرقوں کا گرمجوشی سے تعاقب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔پیش نظر کتاب "تو زندہ ہے واللہ" بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جس میں حیات النبی کے موضوع پر آپ نے سیر حاصل بحث کی ہے اور اس موضوع پر دلائل وبراھین کے انبار لگا دیے ہیں۔اس سے پہلے بھی آپ کی کئی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں "حدود آرڈیننس اور دین بیزار طبقے" "علم الاعداد اور بچوں کے اسلامی نام" "عید میلاد النبی عالم عرب میں" اور "فضائل ومسائلِ رمضان" شامل ہیں۔خداوند ذوالجلال فاضل مصنف کے قلم اور زبان میں مزید برکتیں عطا فرمائے، ان کی خدمات دینیہ کو مقبول اور سعی کو مشکور فرمائے۔آمین ثم آمین

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

حدیثِ دل

دنیا کا سب سے بہترین اور جامع دین دینِ اسلام ہے۔مذہب اسلام کی عالم گیریت نے یہود و ہنود کی سازشوں کے باوجود کائنات عالم میں اپنی مقبولیت کو روزِ اول کی طرح برقرار رکھا ہوا ہے اور الحمدللہ! یہی اس کی سچائی کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔

14 صدیاں گزر چکیں اغیار نے بے شمار منصوبے بنائے، طاغوتی قوتوں نے بڑے رکیک حملے کیے مگر دین مصطفیٰ الحمدللہ اپنی اصلی حالت میں قائم رہا، یہ میرے رب کے خاص فضل، محبوب رب کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیضان کرم، آل رسول کے مقدس خون اور اصحاب رسول کی لازوال قربانیوں کی بدولت اور اولیائے کاملین کی محنت واخلاص کا ثمرہ ہے۔

جس طرح دین اسلام کائنات انسانی میں دین امن، دین محبت، دین فطرت اور دین کامل ہونے کی وجہ سے عالم کفر پر غلبہ حاصل کر رہا ہے اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دیار غیر میں مندروں اور گرجوں کا تیزی سے مساجد میں تبدیل ہونا یقیناً طاغوتی طاقتوں، عالمی استعماری قوتوں کے لئے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ان کی نئی نسل دین مصطفیٰ کے مطالعہ کی طرف گامزن ہو چکی ہے۔اسلام پر تنقیدی ریسرچ کرنے والے اسکالرز دین مصطفیٰ کی آغوش میں ابدی سکون حاصل کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ اسلام سے نفرت کا درس دینے والے دانشور آج اسلام کی عالمگیریت اور نظام اخوت کے خوبصورت تصور پر آرٹیکل لکھ رہے ہیں۔علامہ اقبال نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا:

تمہاری تہذیب آپ ہی اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا تو ناپائیدار ہو گا

انہوں نے اپنی بے ثباتی دیکھ لی، اختیار کردہ بے حیائی سے اکتا گئے، دھوکہ فریب سے تنگ آ گئے، اور مزید تنگ آئیں گے کیونکہ انسانیت کی پناہ دین مصطفیٰ ہی میں ہے جو والی کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کالی کملی کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی کیا سچ کہا تھا کسی نے کہا:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

ایک طرف تو بہترین حوصلہ افزا پوزیشن ہے دین اسلام کے لئے۔ تو دوسری طرف خطرناک حد تک درپیش ایک وہ حقیقت جس کا سامنا امت مسلمہ کو اس وقت ہے۔
سچ فرمایا تھا حضرت اقبال نے:

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

استعماری قوتیں جانتی ہیں کہ یہ دین جس کے حسن و جمال نے ان کی غلیظ فکر کا خانہ خراب کیا ہے کہ ان کی نسل کو بے حیائی کی دلدل سے نکال کر شاہراہ نجات پر گامزن کر دیا۔ بچپن سے ہی شراب کے عادی عشق مصطفیٰ ﷺ کی مئے میں مست و بے خود نظر آنے لگے۔ یہ ان سے کب برداشت ہو سکتا تھا لہٰذا وہ اس فکر میں مبتلا ہو گئے وہ اس سے بدلہ کیسے لیں؟ وہ مدتوں سے اس کام میں مصروف ہیں اور وہ جانتے تھے کہ یہ سادہ لوح مسلمان جنہوں نے داتا علی ہجویری، خواجہ اجمیری، امیر ملت شاہ لاثانی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں سے جو دین لیا ہے ان کو نشانہ بنانا کوئی آسان کام نہیں ان کے سر پر طریقت و شریعت کے شہباز امام ربانی مجدد الف ثانی اور بالخصوص ان کی فکر کے امین امام احمد رضا محدث بریلوی موجود ہیں جو ہر لحظہ قوم کو ان کے مکر و فریب اور چالبازیوں سے ہوشیار رہنے کا درس دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے

اور نباض قوم حکیم الامت حضرت علامہ اقبال ایسے نابغۂ روزگار شخصیات جو یہود ونصاریٰ کی ہر قدیم وجدید سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے اپنی قوم کے نام غیرت وہمیت کا یہ پیغام پہنچا رہے ہیں کہ اغیار کی خواہش ہے کہ:

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا ہر ایک وار خطا ہو رہا ہے تو یہود ونصاریٰ نے طریقہ بدل لیا کہ اگر وہ براہ راست حملہ کریں گے تو مشکل ہوگا اس لئے اس پر بہت بڑی سرمایہ کاری کی گئی، بڑی پلاننگ ومحنت کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے اندر کے حالات کا جائزہ لے کر کچھ لوگوں کو تربیت دے کر ان کو مسلمانوں میں شامل کر دیا جائے اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا جس میں وہ کامیاب ہو گئے اور ہو رہے ہیں گو مسلمانوں کے اندر گھسنے والے بظاہر اکلمہ گو، نمازی، حاجی، اور نام نہاد مولوی روشن خیال سکالرز کا روپ لے کر آ گئے، بڑی تیزی سے کام ہونے لگا، شہروں میں مکان خرید کر مساجد بنائی جانے لگیں اور احادیث رسول کا ذخیرہ تخریج کے نام پر تبدیل ہونے لگا۔ جماعتیں، تنظیمیں اور لشکر ترتیب دیئے جانے لگے، ڈالرز، پاؤنڈز، ریال پر اسلامک یونیورسٹیاں، کالجز اور دینی ادارے قائم ہونے لگے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے اعلان کیا کہ ساری دنیا مشرک، کافر ہے اصل دین ہمارے پاس ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی سے محبت کرنا شرک ہے۔

بانی مذہب وہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتا ہے: کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اوران سے قتل وقتال کرنا اُن کے اموال کوان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب ص:۴۳)

عشق مصطفیٰ کا کوئی تصور نہیں، دین میں صرف اور صرف نماز، قرآن اور بس! اور نماز بھی ایسی کہ اگر (گدھے یا بیل کا خیال آجائے یا بیوی کی مجامعت کا تو نماز ہوجائے گی اگر (معاذاللہ) نبی کا خیال آجائے تو نماز جاتی رہے گی۔)

(صراط مستقیم صفحہ ۱۱۸ مترجم مولوی اسماعیل ناشر ادارہ نشریات اسلام اردو بازار لاہور)

اسی طرح کسی نے عظمت مصطفیٰ میں گستاخی کرتے ہوئے ساری حدیں پھلانگ دیں۔

اور کبھی دین اسلام کے نام پر اصحاب رسول اور آل رسول کے مزارات کوشہید کیا گیا۔حتی کہ محسنۂ کونین، مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہ پاک کے مزارِ پُر انوار پر بلڈوزر چلادیا گیا، نشانات تک مٹادیئے گئے، پوری امت میں ایک طوفان آیا لیکن برطانیہ کے پالتو قابضین عرب پراس کا کوئی اثر نہ ہوااوراس پر بھی ان کی آگ نہ بجھ سکی یہاں تک کہ ایک عرب پالتو نے کہہ دیا جسے لکھتے ہوئے میرا قلم کانپ رہا ہے اورزبان ساتھ نہیں دے رہی، نام نہاد محدث مولوی ناصرالدین البانی:

بدع الزیارۃ فی المدینۃ ابقاء القبر النبوی فی مسجدہٖ۔

(سلسلۃ الحج والعمرۃ)۔

مدینہ منورہ کی زیارات کی بدعات میں سے ایک بدعت حضور ﷺ کے روضہ اقدس کومسجد نبوی میں باقی رکھنا ہے۔

یہ ناصرالدین البانی ایک انڈین مولوی ڈاکٹر ذاکر نائیک جوکہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں کا مربی ومحسن ہے وہ اسی سے سند حدیث لیتا ہے۔ (اورڈاکٹر نائیک کسی مدرسہ یا دارالعلوم سے نہیں پڑھا)

ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب خود کیا کہتا ہے: ذرا اُسے بھی دیکھیے ! آج کی تاریخ میں محمد ﷺ مر چکے ہیں۔ ان سے مانگنا حرام ہے۔ بلکہ وہ معلون یہاں تک کہہ گیا کہ آج کی تاریخ میں ان کو ماننا حرام ہے۔ دیکھیے انٹرنیٹ، یوٹیوب پر (گستاخ رسول ڈاکٹر ذاکر نائیک)

اور کہیں شفاعت رسول ﷺ کا مطلق انکار، کہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخی اور یزید لعین کی وکالت ،اس طرح کے بے شمار پہلو ہیں جو امت محمدیہ کے لئے انتہائی دردناک ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر ذاکر نائیک کہتے ہیں کہ حضور قبر میں زندہ نہیں اور نہ قبر میں ہیں۔ یہی عقیدہ ایک اور انگریز نواز اور یہودی ایجنٹ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی بانی جماعت المسلمین فتنہ ور اس کا چھوٹا سا کتابچہ ہماری اس تحریر کا باعث بنا۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی اس غلیظ فکر ہی نے ہمیں قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہم کہاں تک کامیاب ہوئے یہ فیصلہ ہم نے آپ پر چھوڑا ہے۔

اس قسم کے نام نہاد فتنے آج طرح طرح کے پروگرام لے کر، غیر ملکی امداد پر چلنے والے این جی او ادارے اور ڈالر و ریال کے تعاون سے چھپنے والا زہریلا لٹریچر اس وقت امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا باعث بن رہا ہے۔ وہ کام جو یہود و نصاریٰ خود نہیں کر سکے وہ ان نام نہاد کلمہ گو لوگوں کے ذریعے کروا رہے ہیں۔ کوئی دہشت گردی کر کے دین کو بدنام کرتا ہے کبھی مسجد میں بم دھماکہ، کبھی درباروں پر اور کبھی بچیوں کے سکولوں کو آگ لگا کر، کبھی نمازیوں پر خودکش دھماکے کر کے یہود کے ایجنٹ ان کے عزائم کی تکمیل کر کے، اپنے آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں۔ کوئی تحریر لکھ کر اور کوئی پیس ٹی وی کے ذریعے آخر الزمان نبی، امام الانبیاء، سرور کونین ﷺ کو مردہ قرار دے کر عیسائیت کو خوش کر رہا ہے۔ عیسائی بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ تمہارے مولوی کہتے ہیں کہ تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ مر چکے ہیں (نعوذ باللہ) جب کہ تمہارے مولوی

کے بقول حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر مردہ کا کلمہ کیوں پڑھتے ہو آؤ ہمارے زندہ کا کلمہ پڑھو۔

کسی عیسائی پادری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ایک آدمی سو رہا ہے اور ایک اس کے پاس بیٹھا ہے آپ نے منزل پہ پہنچنا ہے تو راستہ کس سے پوچھیں گے سونے والے سے یا بیٹھے ہوئے سے (یہ عیسائی تھا کہہ رہا تھا سو رہے ہیں لیکن یہ بدنصیب کلمہ نبی آخر الزمان کا پڑھتا ہے اور پھر کہتا ہے مر چکا ہے (معاذ اللہ)

شرم تم کو آتی نہیں مگر !

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بیٹھے ہوئے شخص کو منزل کا پتہ ہوتا تو بیٹھتا نہ، بلکہ منزل پر پہنچ جاتا جو سونے والے کے پاس بیٹھا ہے وہ بھی اسی لئے بیٹھا ہے کہ کب یہ اٹھیں اور میں منزل کا پتہ پوچھوں؟ کیا خوب ارشاد فرمایا غیرت کی دنیا کے سلطان امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن نے:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آخر میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ دین تلوار سے نہیں بلکہ مقبولان خدا کے کردار سے پھیلا ہے۔ آج امت پھر اپنے اسلاف کا کردار پیدا کرے تو دین کے خلاف ہونے والی ساری سازشیں اپنی موت خود بخود مر جائیں گی۔

اور کردار کے لئے روشنی ہمیں آقائے نامدار شفیع روز شمار حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ سے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید، فرقان حمید نے دیا ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔

زندہ نبی کا اسوہ حسنہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے اسی میں

ہماری نجات ہے۔اسی میں ہی ہمارے لئے خیر ہے۔

آخر میں میں شکرگزار ہوں اپنے تمام مخلص دوستوں کا جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا بالخصوص شہر اقبال کے سب سے بڑے تبلیغی مرکز جامع مسجد ڈونگا باغ کے غیور نمازیوں کا جن کی محبتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے ہی دن رات کی مصروفیت کے باوجود میں حضور کی بارگاہ ناز میں اپنی نیازمندی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے قابل ہوا۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خادم دین مصطفیٰ ﷺ خاکپائے علمائے حق

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازھری

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب اول

حیاتُ النبی ﷺ اور قرآن مجید

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

حیات کے متعدد معانی ہیں:

۱......نباتات میں جو نشوونما کی قوت ہے اس کو حیات کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

انّ اللہ یحی الارض بعد موتہا۔(الحدید:۱۷)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ فرماتا ہے۔

۲......حیوانات میں جو احساس اور حرکت بالارادہ کی قوت ہے اس کو بھی حیات کہتے ہیں:

وما یستوی الاحیآء ولا الاموات۔(الفاطر:۲۲)

ترجمہ: اور زندہ اور مُردہ برابر نہیں ہو سکتے۔

۳......عمل اور عقل کی قوت کو بھی حیات کہتے ہیں:

اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ۔ (الانعام:۱۲۲)

ترجمہ: اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کو روشنی دی جس سے وہ چلتا ہے۔

۴......حیاتِ اُخرویہ اَبدیہ جس کو عقل اور علم سے حاصل کیا جاتا ہے:

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۔(الانفال:۲۴)

ترجمہ: اللہ اور رسول جب تمہیں ابدی زندگی دینے والی چیز کی طرف بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

عمل اور عقل کی قوت کا خاتمہ بھی انسانیت کی موت ہے

جس حیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کے لئے موت ممکن نہیں ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔

حیات کے معنیٰ

حیات کے معنی کے مقابلہ میں موت کا معنی ہے، زمین کا بے آب وگیاہ ہونا اور بنجر ہونا زمین کی موت ہے، حس اور حرکت ارادیہ کی قوت کا ختم ہو جانا، جانداروں اور حیوانوں کی موت ہے، عمل اور عقل کی قوت کا ختم ہو جانا انسانوں کی موت ہے۔

(المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ص:۱۳۹،۱۳۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لئے زمین میں سب چیزوں کو پیدا کیا پھر وہ آسمان کی طرف قصد تو اس نے سات ہموار آسمان بنا دیئے۔ (البقرہ:۲۹)

قرآن مجید کا موتِ انسانی کے بارے میں نظریہ

قرآن کریم کا ذہن جاہلیت سے مفہوم موت پر اختلاف

عربوں کا تصور "موت" کے متعلق یہی چلا آ رہا تھا کہ:

۱.......یہ فقط روح کے بدن سے جدا ہونے کا نام ہے اور ایک امر عدمی ہے۔

۲.......ان کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی نہ بقائے روح۔

۳......وُرود کے بعد پھر روح اور اس جسدِ دنیوی کا اجتماع ان کے نزدیک محال اور ایک امر مستبعد تھا۔

قرآن مجید نے مفہوم "موت" پر ذہن جاہلیت بدل ڈالا، ان لوگوں نے اپنے فکر ونظر کے مطابق "موت" کے لئے کئی لفظ اختیار کر رکھے تھے۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لئے علامہ ابن سیدہ اندلسی کی کتاب المخصص کا مطالعہ مفید ہے جس میں انہوں نے موت کے لئے مختلف الفاظ کی ایک فہرست پیش کی ہے اور ہر لفظ پر اشعار جاہلیت سے استدلال کیا ہے۔

اسمائے موت:

الهميغ والنمط والرهر والمنون والشعوب والفود والحمام والسّام والمقدام والقتيم وجهاز وحلاق والقاضية والطلاطل والطلاطلة واللعول والذام والكفت والجداع والحزرة والحتف والخالج......وغيرها۔

(المخصص ۱۱۵/۲)

انہی میں لفظ "توفی" بھی آیا ہے لیکن اس پر محقق اندلسی نے اشعار عرب سے استناد نہیں کیا۔ بلکہ استدلال میں قرآن عزیز کو پیش کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفہوم موت پر نزول قرآن کے وقت ہی سے ذہن جاہلیت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کاشمیری کہتے ہیں:

"جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر "توفی" کا اطلاق درست نہ تھا، کیونکہ اُن کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی نہ بقائے روح، "توفی" وصول کرنے کو کہتے ہیں۔

اُن کے عقیدے میں موت "توفی" نہیں ہوسکتی۔قرآن مجید نے موت پر"توفی" کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فنا محض۔اس حقیقت کو ایک کلمہ سے عیاں کردیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔"

(مقدمہ مشکلات القرآن ص ۱۷)

عربوں کے تصور موت کو جب اسلام کے قرونِ اولیٰ ہی سے نظر انداز کردیا گیا ہے تو اب موت سے متعلقہ مباحث پر معنی موت کیلئے کلام عرب کا مطالبہ ہم نہیں سمجھتے کہ کون سی شانِ تحقیق ہے، حالانکہ وہاں بھی صرف "ابانة الروح عن الجسد" کا نام موت نہیں، بلکہ قوتِ حیوانیہ کے زوال یعنی آثار حیات کے سلب ہونے کو بھی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

کل نفس ذائقة الموت فعبارة عن زوال القوة الحيوانية وابانة الروح عن الجسد۔

(المفردات ص ۴۹۴)

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، پس موت سے مراد روح کا جسد سے جدا ہونا ہے۔

عرب اُس وقت بھی لفظِ "موت" استعمال کرتے تھے جب کوئی اونٹ کے کجاوے پر گہری نیند میں چلا جائے۔اگرچہ اس وقت روح جدا نہ ہوتی تھی، لیکن قوتِ حیوانیہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی۔

موت پر قبضِ روح کا اطلاق بتلاتا ہے کہ روح کے روک لینے کو بھی موت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔قبض بطنه کے معنی امسك بطنه کے آتے ہیں۔

ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ہر طرف کچھ نہ کچھ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس بنیادی یقین کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ذہن جاہلیت سے مفہوم موت پر اختلاف بالکل ابتدائے اسلام ہی میں ہوگیا تھا۔

نظریہ قرآن میں موت کیا ہے؟

موت ایک ایسی صفت ہے جو صفت "حیات" کے تغیر پر بدن کو عارض ہوتی ہے یہ فقط روح کے بدن سے جدا ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک وجودی شے ہے۔ جس کی اپنی تخلیق ہے۔

خلق الموت والحیٰوۃ۔

(القرآن الکریم: ۲/۷۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے موت کو بھی پیدا کیا اور حیات کو بھی۔

پس جب موت کی ایک اپنی حقیقت ہے تو اسے محض روح وبدن کی مفارقت سے تعبیر کرنا اور محض ایک امر عدمی قرار دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

امام ناصر الدین احمد بن محمد بن المنیر الاسکندری المالکی فرماتے ہیں:

ان الموت عدم وھو خطاء صراح ومعتقد اھل السنۃ انہ امر وجودی یضاد الحیاۃ وکیف یکون العدم بھذہ المثابۃ ولو کان العدم مخلوقا حادثا وعدم الحوادث مقررا ازلا للزم قطع الحوادث۔

(الانتصاف ۴/۲۰۳ طبع مصر)

ترجمہ: موت کو محض ایک عدمی شے قرار دینا ایک کھلی ہوئی خطا ہے۔ اہل سنت کے عقیدے میں وہ ایک امر وجودی ہے، جو حیات کے مقابل ہے۔ عدمی شے

اس درجے میں نہیں ہو سکتی۔ اگر عدمیات کی بھی خلقت ہوتی ہو اور وہ حادث ہوں اور عدم حوادث کا تقرر بھی ازلی ہو تو اس سے قطع حوادث لازم آتا ہے۔

روح المعانی میں ہے:

والموت علی ماذھب الکثیر من اھل السنۃ صفۃ وجودیۃ تضاد الحیاۃ واستدل علی وجودیتہ بتعلق الخلق بہ وھو لا یتعلق بالعدمی لازلیۃ الاعدام۔

ترجمہ: جمہور اہل سنت کے نزدیک موت ایک صفت وجودی ہے، جو حیات کے متقابل ہے۔ اور اس کے وجودی ہونے کا استدلال اس کے فعل خلق سے متعلق ہونے سے ہوتا ہے، کیونکہ فعل خلق عدمی چیزوں سے متعلق نہیں ہوتا عدمیات تو ازلی ہیں۔

(روح المعانی ۲۹/۴)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اختلفوا فی الموت فقال قوم انہ عبارۃ عن عدم ھذہ الصفۃ وقال اصحابنا انہ صفۃ وجودیۃ مضادۃ للحیاۃ واحتجوا علی قولھم بانہ تعالی قال" الذی خلق الموت والحیوۃ" والعدم لا یکون مخلوقا ھذا ھو التحقیق۔

(تفسیر کبیر ۱۷۰/۸)

ترجمہ: مفہوم موت پر پرانا اختلاف چلا آ رہا ہے، بعض اسے عدم حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہمارے اصحاب (اہل سنت) اس بات کے قائل ہیں کہ موت ایک صفت وجودی ہے جو حیات کے متقابل ہے۔ اکابر اہل سنت کا استدلال اس ارشاد قرآن سے ہے "خلق الموت والحیوۃ" ۔(القرآن الکریم: ۶۷/۲)

کیونکہ عدمیات کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تحقیق یہی ہے۔

الموت عند اصحابنا صفة وجودية مضادة للحياة۔

(تفسیر ابوالسعود ص ۱۹۳)

موت کوئی عدمی صفت نہیں، بلکہ ایک صفت وجودی ہے جو حیات کی ضد ہے۔

اگر موت عدم کا نام ہو، تو خلق کا فعل کس چیز پر واقع ہوگا۔ فتفکر وتدبر۔

حقیقتِ موت

بہر حال موت ایک ایسی صفت ہے جو صفت حیات کے تغیر پر بدن کو لاحق ہوتی ہے۔ اگر صفت حیات اپنے موصوف کے حق میں صفت عرضی ہے تو اس کے زوال پر موت کا ورود ہوتا ہے اور اگر صفت حیات اپنے موصوف کے حق میں ذاتی ہو تو پھر دو صورتوں سے خالی نہیں، قابلِ تغیر ہے (جس کا پتہ ہمیں اس سے چل سکتا ہے کہ اس کی کیفیت میں پہلے بھی کبھی ظہور وخفا کا انقلاب آیا ہو) یا نا قابلِ تغیر۔ اگر قابل تغیر ہے تو پھر صفت حیات کے معرض خفا میں آنے یا مستور ہونے پر یہ صفت موت بدن کو لاحق ہوگی اور اگر نا قابلِ تغیر ہے تو پھر اس پر ورود موت محال ہے۔ پھر وہ حیات دائمہ ازلیہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض گواہی میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جمہور اہل سنت مفہوم موت کی اتنی گہرائی میں نہیں گئے۔ ایسی حیات ذاتی، جس کی کیفیات ظہور وخفا میں قابل تغیر ہوں اور اُس کی ذاتیت بھی اضافی ہو، ازلی نہ ہو، اس کا مرکز ومصداق پوری کائنات میں ایک ہی ذات ہے، جو باعث تکوین عالم اور خلاصہ کائنات ہے اس لئے لسانیات کی دنیا میں مفہوم موت کا یہ پہلو اتنا شائع وذائع نہ ہو سکا۔ اگر موت کو اسی عام معنی میں

لیا جائے کہ موت روح کے بدن سے جدا ہونے کو کہتے ہیں تو عوامی سطح پر اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس تفصیل سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان باریک حقائق میں الجھنا اور خواہ مخواہ کسی ایک پہلو کو معرضِ بحث بنانا، کوئی ایسی بات نہیں جس پر نجات کا یا کم از کم مسئلہ حیات النبی کے ثبوت یا عدم ثبوت کا مدار ہو۔ موت کو اگر اسی عام معنی میں لیا جائے جو جمہور کی رائے ہے تو بھی مسئلہ زیر بحث میں مقصود کلام قطعاً متاثر نہ ہوگا۔ ہاں یہ پیش نظر رہے کہ روح کے بدن میں مقید رہنے کا نام ہی حیات نہیں، روح بدن سے نکل بھی جائے لیکن اس کا کوئی خاص تعلق یا اثر بدن کے ساتھ قائم رہے تو بایں صورت بھی بدن کو صفتِ حیات حاصل رہے گی۔

محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں روح اور حیات میں ملازمہ نہیں، تاثیر و تعلق ہی وجود حیات کیلئے کافی ہے۔

متنِ فقہ اکبر میں یہ جزئیہ داخلِ عقائد ہے کہ:

اعادۃ الروح الی العبد حق۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)

ترجمہ: بندے کی طرف (قبر میں) روح کا لوٹایا جانا برحق ہے۔

ممکن ہے اس میں حرف "الی" اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہو کہ روح کو بدن میں لوٹانا ضروری نہیں۔ بدن کی طرف لوٹانا ہی حیات فی القبر کے لئے کافی ہے، جس پر سوال نکیرین اور اس کے بعد ادراک الم ولذت کے احکام مرتب ہو سکیں۔ واللہ اعلم بالصواب

یاد رکھیے! موت فنائے محض کا نام نہیں۔ وہ تو اختلاف دارین کے تحقق کا نام ہے

کہ انسان، عالم دنیا سے دوسرے عالم میں چلا جائے۔علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الموت لیس بعدم انما ھو انتقال من دار الی دار۔

(عینی علی البخاری ۶/۲۹)

ترجمہ: موت ایک عدمی چیز نہیں، بلکہ وہ تو ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔

لیس بعدم محض ولا فناء صرف ۔(بشری الکئیب ص: ۱۲)

موت ہرگز عدمِ محض اور فنائے خالص کا نام نہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "ایک لباس اُتار کر دوسرا لباس پہننے" کا نام موت ہے۔

موت کیا ہے یہ راز کھل ہی گیا!
زندگی اِک رُخ بدلتی ہے!
اس کنارے سے اُس کنارے تک!
جیسے اِک موج جا نکلتی ہے!

جاننا چاہیے کہ کفار عرب کی طرح موت کے متعلق قرآن مجید کا نظریہ فنائے کامل کا نہیں۔انبیاء وصلحاء تو درکنار تمام بنی آدم ذائقہ موت چکھنے کے بعد پھر انہی اجسام عنصریہ کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے۔اگر آخرت میں یہ جسمانی زندگی محل استبعاد نہیں تو بصورت دیگر اگر اللہ تعالیٰ بعض نفوس قدسیہ کو عالم برزخ ہی میں یہ جسمانی زندگی عطا فرمائے تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اگر آپ کی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی تو عالم آخرت کی عنصری حیات کا ادراک بھی بجز قدرت پروردگار کے اور کیسے ہو سکتا ہے؟

قرآن مجید میں ہے کہ:

وقالوا ء اذا کنا عظاما ء رفاتا وانا لمبعوثون خلقا جدیدا ○ قل کونوا حجارۃ اوحدیدا ○ او خلقا مما یکبر فی صدورکم ج فسیقولون من یعیدنا ط قل الذی فطرکم اول مرۃ۔

(القرآن الکریم: ۱۷/۴۹ تا ۵۱)

ترجمہ: اور کہنے لگے جب ہڈیاں اور چور چور ہو جائیں گے، کیا پھر نئے بن کر اٹھیں گے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بڑی ہو پھر پوچھیں گے کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجئے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

پھر فرمایا:

کما بدانا اول خلق نعیدہ ط وعدا علینا انا کنا فاعلین۔

(القرآن الکریم: ۲۱/۱۰۴)

ترجمہ: جیسے ہم نے پہلے اسے بنایا تھا، اسی طرح پھر اُس کو لوٹائیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہمیں ضرور پورا کرنا ہے۔

جن ذرات کو مٹی کھا چکی وہاں کہاں سے آئیں گے؟

پھر فرمایا:

قد علمنا ما تنقص الارض منهم ج وعندنا کتاب حفیظ۔

(القرآن الکریم ۵۰/۴)

ترجمہ: ہمیں معلوم ہے، جو کچھ زمین ان میں سے گھٹاتی ہے ان میں سے اور ہمارے پاس سارا ریکارڈ محفوظ ہے۔

مزید فرمایا:

من یحی العظام وھی رمیم ۔ قل یحییھا الذی انشأھا اول مرة وھو بکل خلق علیم۔(یٰسین پ:۲۳)

کون ان ہڈیوں کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پھر زندہ کرے گا؟ آپ فرما دیجئے وہی انہیں دوبارہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار بنایا تھا۔ اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

کفار و مشرکین کو حیرت تھی کہ ہڈیوں کے ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پھر حیاتِ انسانی کیسے ان ذروں میں عود کرے گی؟ ربّ العزت نے فرمایا یہ ریزے اور چورا تو بہر حال انسانی لاش ہے، جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے اور خود مٹی کے ذرات میں بھی آثارِ حیات کا پیدا ہونا چنداں مستبعد نہیں۔ میں اس سے بڑھ کر تمہیں آثارِ قدرت دکھاتا ہوں کہ ہڈیوں کو چورا نہیں، اگر ممکن ہے تو پتھروں میں تبدیل ہو جائیں یا لوہا بن جائیں، جو آثارِ حیات قبول کرنے کی بظاہر صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ ان سے بھی کوئی زیادہ سخت چیز جس کا زندہ ہونا تمہیں لوہے اور پتھروں سے بھی زیادہ مشکل نظر آئے، بن کر دیکھ لیں حتی کہ موت مجسم بھی بن جائیں، تو اس قادرِ مطلق کے لئے تمہیں پھر اسی جسدِ عنصری سے زندہ کر دینا کوئی مشکل نہیں۔

حیاتِ انسانی کے چار دور

عالمِ ارواح

یہ وہ پہلی زندگی ہے جس میں عہد "الست" لیا گیا تھا "**واشھدھم علی انفسھم**" کی شہادت اسی دور کی موجودات پر دلالت کرتی ہے۔ اس وقت ارواح کو کچھ ہدایات

اور بشارات ربّ العزت کی طرف سے ملی تھیں۔ اس دور کی انتہا والدہ کے پیٹ میں ہوتی ہے، جب جسدِ جنین میں روح داخل ہوتی ہے۔ اس عالم کو عالم ارواح اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا جتنے بھی انسانی زندگی کے دور ہیں، سب میں روح کے ساتھ بدن متعلق ہے، خواہ جلی طور پر، جیسا کہ اس دنیا میں ہوتا ہے اور خواہ نہایت لطیف انداز میں، جیسا کہ قبر میں ہوتا ہے بہرحال اس سے گریز نہیں، عالم مثال میں بھی جسم سے چارہ نہیں، خواہ وہ کوئی دوسرا جسم ہی کیوں نہ ہو۔ عالم ارواح صرف ایک عالم ہے اور صرف اسی میں انسان کی زندگی روحانی زندگی ہے۔

عالم دنیا

اس کا معنی قریبی زندگی کا دور ہے۔ قرآن کریم اسے "الحیوۃ الدنیا" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس میں روح وبدن کا تعلق نہایت مضبوط ہوتا ہے، مگر جسد کے احکام روح پر غالب رہتے ہیں۔ یہاں حیات کا تقوم اس دنیا کے رزق مادی پر ہوتا ہے۔ تغذیہ وتنمیہ اس زندگی کے لوازمات میں سے ہیں۔ اس دور کی انتہا موت پر ہوتی ہے لیکن بعض اوقات مرنے سے پہلے ہی اگلی زندگی کے آثار نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہی عالم "دارالتکلیف" ہے اور یہی "دارالعمل" جس کے ذخیرہ پر بعد کی جزا یا سزا مرتب ہوتی ہے۔

عالم برزخ

موت کے بعد سے لے کر قیامت قائم ہونے تک یہ دور رہتا ہے۔ اس میں روح اور بدن یا روح اور اجزائے بدن کے مابین نہایت لطیف اور قوی تعلق قائم ہوتا ہے۔

اس میں دنیاوالوں سے بھی پردہ ہوجاتا ہے اورآخرت بھی پوری طرح سامنے نہیں آتی۔ یہاں کی زندگی کے لئے روح اورحیات میں ملازمہ نہیں، روح اگر بدن میں نہ بھی داخل ہو، صرف تاثیر ہی کررہی ہوتو بھی حیات کاتقوم ہوجاتا ہے۔قبر کی منزل اسی دور میں شمار ہوتی ہے۔یہ عالم ایک جہت سے مواطنِ دنیوی سے بھی متعلق ہےاور گنجائش ترقی بھی رکھتا ہے۔

(مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی دفتر ۲/ ۲۹ مطبع لکھنو)

عالم آخرت

یہ وہی آخری مقام ہے جسے قرآن کریم "دارالقرار" کہتا ہے یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے۔ جنت اورجہنم اسی دنیا کے دومختلف نقشے ہیں۔یہی زندگی "ابقی" ہے (القرآن الکریم ۸۷/۱۷) آگے فنا نہیں اِنّ الدار الآخرة لھی الحیوان لو کانوا یعلمون۔(القرآن الکریم ۲۹/ ۶۴) (بے شک آکرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔)

یہ چاروں ادوار بالترتیب چلتے ہیں، البتہ صفات مختلفہ مختلف جہات سے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ان میں سے کوئی دوعالم آپس میں متوازی نہیں۔

فلھذہ الانفس اربع دور کل دار اعظم من التی قبلھا۔

(کتاب الروح ص: ۱۴۴)

ترجمہ:ان نفوس کے چار عالم ہیں، ہر جہاں پہلے والے سے بڑا ہے۔

عالم مثال

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی احادیث سے استنباط

کر کے ایک ایسے عالم کا پتہ دیا ہے، جو عالم ارواح کے سوا حیاتِ انسانی کے باقی ادوار کے متوازی چلتا ہے۔ یہ عالم عنصری نہیں اور اسے عالم مثال کہتے ہیں۔

دلت احادیث کثیرة علی ان فی الوجود عالما غیر عنصری یتمثل فیه المعانی باجسام مناسبة لها فی الصفة۔

(حجۃ اللّٰہ البالغۃ ص:۱۰)

ترجمہ: بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ایک اور جہان موجود ہے جو عنصری نہیں اس میں معانی صفات اور اعراض اُس صورت اجسام میں متمثل ہوتے ہیں جو صفات میں اُن کے مناسب ہو۔

عالم ارواح، عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت اور عالم مثال کے حالات اور اُن کی صفات آپ کے سامنے ہیں۔ اب عالم برزخ میں قبر کے الم ولذت کی کیفیت اکابر دیوبند سے سنیئے۔

عذابِ قبر

۱۔۔۔۔۔ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیه صاحب الهدایة۔

(فیض الباری ۱۸۴/۲)

ترجمہ: میرے نزدیک قبر کا سوال وجواب روح وجسد کے مجموعہ سے ہوگا اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

۲۔۔۔۔۔یصح ان یعرض علی الانسان المجموع المرکب من الجسد والروح مقعدہ من الجنة او النار ویحس اللذة والالم۔

(تفسیر مظہری ۲۲۵/۱۰)

ترجمہ: یہ صحیح ہے کہ قبر میں جنت اور دوزخ کے ٹھکانے روح وجسد کے مجموعہ پر پیش ہوتے ہیں اور روح وجسد سے مرکب انسان ہی قبر کے لذت والم کا ادراک کرتا ہے۔

۳......ولا ینکر تعذیب المیت فی قبرہ لانہ توضع فیہ الحیاۃ عند العامۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ بل تجعل الحیاۃ فی تلک الاجزاء المتفرقۃ لا یدرکھا البصر۔

(رد المحتار باب الیمن فی الضرب والقتل ۳/ ۲۰۱)

ترجمہ: عذاب قبر کا انکار نہ کیا جائے، کیونکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک میت میں اس قدر حیات رکھی جاتی ہے کہ وہ لذت الم کا ادراک کر سکے، اور جسم کا یکجا ہونا اس ادراک الم کے لئے اہل سنت کے ہاں کوئی شرط نہیں، بلکہ وہ حیات اجزائے منتشرہ میں بھی اس طرح رکھی جا سکتی ہے کہ یہ ظاہری آنکھیں اسے نہ پا سکیں۔

۴......واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتالم او یتلذذ۔

(شرح فقہ اکبر ص: ۱۲۱)

ترجمہ: یہ جان لیجئے کہ اہل حق (اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ میت میں بحالت قبر ایک اس طرح کی حیات ضرور پیدا فرما تا ہے کہ وہ (معاملات قبر میں) الم یا لذت کا ادراک کر سکے۔

۵......ان مذھب سلف الامۃ وائمتھا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم اوعذاب وان ذالک یحصل لروحہ وبدنہ۔

(کتاب الروح :ص: ۶۳)

ترجمہ: سلف امت اور ائمہ اہل سنت کا فیصلہ یہی ہے کہ مرنے کے بعد میت کے لئے نعیم وعذاب کے معاملات برحق ہیں اور (قبر میں لذت والم کا) یہ ادراک روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

۶......ان النعیم والعذاب لایکون الا علی الروح وان البدن لاینعم ولا یعذب وھذا تقولہ الفلاسفۃ المنکرون لمعاد الابدان وھؤلاء کفار باجماع المسلمین و یقولہ کثیر من اھل الکلام من المعتزلۃ وغیرھم الذین یقرون بمعاد الابدان لکن یقولون لایکون ذلك فی البرزخ وانما یکون عند القیام من القبور لکن ھؤلاء ینکرون عذاب البدن فی البرزخ فقط۔
(کتاب الروح: ۶۲)

ترجمہ: قبر کا ثواب وعذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور بدن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اُن فلاسفہ کا قول ہے، جو "معادِ ابدان" کے بھی منکر ہیں اور یہ لوگ بالاجماع مسلمان نہیں، معتزلہ کے متکلمین کا، جو "معادِ ابدان" کا اقرار کرتے ہیں قبر کے ثواب وعذاب کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ وہ معاملہ ابدان کو صرف حشر میں تسلیم کرتے ہیں، برزخ میں اس کے قائل نہیں۔ ان معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر صرف روح سے متعلق ہے بدن کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

۷......بدنِ اول را از حصول احکام برزخ چارہ نبود واز عذاب وثواب قبر گزر نہ ......افسوس ہزار افسوس، ایں قسم بطالاں خود را بمسند شیخی گرفتہ اند ومقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا واضلوا۔
(مکتوبات امام ربانی دفتر ۲/۱۱۶)

ترجمہ: اس سے پہلے بدن (عنصری) پر احکام برزخ ضرور وارد ہوتے ہیں اور

اس بدن اول کو عذاب قبر اور ثواب قبر کے معاملات سے ہرگز چھٹکارا نہیں، افسوس ہزار افسوس، ان فریب کاروں پر جو شیخ ہونے کی مسند بچھائے ہوئے ہیں مسلمانوں کے مقتدا بنتے ہیں (اور پھر ان امور کا انکار کرتے ہیں) یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

خلاصۂ بحث

مختلف ادوارِ حیات کی تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ اصل موضوع جس پر سوادِ اعظم کا اجماع ہے مشتبہ ہو کر نہ رہ جائے۔ برزخی کیفیات کی تفصیل اس لئے کی گئی ہے کہ اس دنیا والے بدن یا اس کے اجزاء کو عالمِ برزخ میں روح سے کلی طور پر جدا نہ سمجھا جائے بلکہ ہر کسی کے لئے اس کے مقام کے مطابق روح و بدن کا تعلق تسلیم کیا جائے۔

تمام اہل اسلام کا اتفاق اور اجماع ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات شریفہ وارد ہوئی اور طریان موت سے "کل نفس ذائقة الموت" (القرآن الکریم ۳/۱۸۵) کا وعدہ پورا ہوا۔ آپ کے لئے جس قسم کی وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اس عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال فرمایا، روضۂ منورہ برزخ کا محل اور آخرت کی پہلی منزل ہے۔

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

"حسب ہدایت "کل نفس ذائقة الموت" (القرآن الکریم ۳/۱۸۵) اور "انك میت وانهم میتون" تمام انبیائے کرام علیہم السلام خاص کر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔"

(لطائف قاسمی ص ۳ مطبع مجتبائی)

''بالجملہ موتِ انبیاء اور موتِ عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔''

(آبِ حیات ص: ۲۱۹)

اس پر بھی سوادِ اعظم کا اجماع ہے کہ حضور کے پردۂ قبر میں جانے کے بعد آپ کے جسد اطہر میں حیات لوٹا دی گئی۔ دخولِ روح سے اس دنیا والے جسم عنصری میں اعادۂ حیات ہوا یا تاثیر روح سے آپ کے جسد عنصری میں حیات لوٹ آئی؟ اس میں کچھ خفیف سا اختلاف ہے لیکن انجام کار پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روضۂ منورہ میں محض بے حس وشعور نہیں، بلکہ فائز الحیات ہے۔ آپ کی یہ حیات قدسیہ باعتبار تعلق بالبدن جسمانی، باعتبار تعلق بالرزق روحانی اور باعتبار تعلق بالعالم، برزخی ہے۔

ان سطور سے یہ حقیقت بے غبار ہوگئی کہ اصل مبحث مطلق حیاتؐ نہیں بلکہ حیات بعد الوفات ہے۔ پس وہ آیات یا روایات، جن سے ثبوت وفات برائے سید کائنات کا استدلال ہوتا ہو، ہمارے مدعا کے قطعاً خلاف نہیں۔ مسئلہ زیر بحث میں انہیں بار بار دہرانا اور محل نزاع بنانا یقیناً خروج عن المبحث ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ حیات النبی کے مسئلہ میں یقیناً ''حیات بعد الوفات'' کا ہے۔ پہلے وفات کا ورود بعد کے زندہ ہونے کے ہرگز منافی نہیں۔ خطبۂ صدیقی صرف اُن لوگوں کے خلاف ہی پیش ہوسکتا ہے آپ ﷺ پر کسی قسم کے طریان موت کے قائل نہ ہوں۔ مولوی قاسم نانوتوی طریانِ موت کی کیفیت میں تو اختلاف کرسکتے ہیں، لیکن ورودِ موت سے انہیں بھی اختلاف نہیں۔ یہ حقیقت ان کو بھی تسلیم ہے کہ جس قسم کی وفات آپ کے لئے مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی اور وعدۂ الٰہیہ حضور پر بھی پورا ہوکر رہا تھا۔

حیاتِ جسمانی

زندہ اُسے ہی کہتے ہیں جس کے بدن میں حیات ہو، خواہ دخول روح سے، خواہ تاثیر روح سے، فقط روح کے زندہ ہونے سے کسی کو زندہ نہیں کہا جاتا، اس لئے کہ روح تو ہوتی ہی زندہ ہے، خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی...... روح جہاں بھی ہوگی، زندہ ہی ہوگی۔ پس کسی شخصیت کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا معیار جسم ہے اور یہی زندگی کا محل ہے۔ جس کے بدن میں حیات ہو وہ زندہ ہے اور جس کی روح یا حیات اس کے بدن سے منقطع ہے وہ زندہ نہیں اور نہ اسے کوئی زندہ سمجھتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی انسانی حیات کا تذکرہ ہے اس کا محل جسم ہی ہے۔

خالق کائنات نے شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا:

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون۔ (القرآن الکریم ۲/۱۵۴)

ترجمہ: اور تم انہیں، جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں، مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

یہاں [illegible] انہی کو فرمایا جو **من يقتل** کے ماتحت آتے تھے اور ظاہر ہے کہ قتل کا محل جسم ہے نہ کہ روح۔ پس حیات کا محل بھی جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ اگر جسم میں زندگی ہو تو وہ زندہ ہے اگر جسم زندہ نہیں تو کوئی زندگی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ شہداء کے اجسام سامنے بالکل مردہ نظر آتے ہیں بلکہ بعض اوقات لاش بھی ایک جگہ نہیں ہوتی تو کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ وہ جسدی طور پر زندہ ہیں؟

جواباً گزارش ہے کہ اسی لئے رب العزت نے ارشاد فرمایا تھا۔ ولـــکـــن لاتشعرون لیکن تمہیں خبر نہیں۔ اگر ہمیں اس حیات کی خبر نہیں تو یہ ایک پردہ ہے حق یہی ہے کہ حیات ثابت ہے اور وہ جسدی حیات ہے۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ورد النص فی کتاب اللّٰہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم متعلقۃ بالجسد فکیف بالانبیاء المرسلین۔

(نیل الاوطار ۳/۲۲۱)

ترجمہ: نص قرآن وارد ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کی حیات جسمانی ہوتی ہے۔ (چاہے ہمیں اس کا ادراک نہ ہوتا ہو) پس انبیائے مرسلین کی حیات اطہر کس طرح جسمانی نہ ہوگی؟

۲......واذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتٰی۔

(سورۃ بقرۃ پ:۳)

ترجمہ: اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے؟

یہاں حیات کا محل اسے ہی بنایا جسے "موتٰی" کہا گیا ہے اور ظاہر ہے روح ہمیشہ زندہ ہوتی ہے اسے میت کبھی بھی نہیں کہا جاتا۔ موت کا محل جسم ہی ہے اور "موتیٰ" اجسام ہی کو کہا گیا ہے۔ پس حیات کا محل بھی جسم ہی ہے نہ کہ روح۔

۳......فاماتہ اللہ مائۃ عام۔ (القرآن الکریم ۲/۲۵۹)

ترجمہ: حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال تک موت سے رکھا۔

اس میں بھی اماتت کا محل جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی روح

پر تو موت قطعاً نہ آئی تھی۔ پس جس طرح موت کا محل جسم ہے نہ کہ روح۔ اسی طرح حیات کا محل بھی جسم ہی ہے۔ جب حیات جسم میں ہو تو زندہ ہے جب نہ ہو تو زندہ نہیں۔

۴..... انّی یحی ھذہ۔ (القرآن الکریم) میں بھی محل حیات جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ اِن حقائق سے واضح ہو گیا حیات ہوتی ہی جسمانی ہے اگر روح کا تعلق بدن کے ساتھ نہ ہو تو اسے کوئی حیات نہیں کہتا اور نہ ہی یہ حیات کی کوئی قسم ہے۔ خواہ مخواہ اسے حیاتِ روحانی کہتے چلے جانا ایک مغالطہ اور فریب ہے۔ اسی طرح موت کا محل بھی جسم ہی ہے۔

مالک بن ریب اپنے مرثیے میں کہتا ہے:

ولما تراءت عند مرو منیتی
وحل بھا جسمی وحانت وفاتیا

ترجمہ: اور جب مرو کے پاس میری موت سامنے آئی اور اس کا محل میرا جسم بنا اور میری وفات کی گھڑی آ پہنچی۔

حیاتِ برزخیہ

انبیاء کرام کی حیاتِ عنصری جسمانی کے انکار کو حیاتِ برزخی کے مبہم اقرار میں لپیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ حیات کی کوئی قسم برزخی نہیں۔ حیاتِ برزخیہ میں علاقہ نوعیت کا نہیں ظرفیت کا ہے اور حیاتِ برزخی سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ کہ حیات کی اپنی کوئی قسم برزخی ہے، نہ یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو عالم برزخ میں حیاتِ جسمانی حاصل نہیں۔

پس لوگوں نے حیاتِ برزخی کی تصریح کی ہے ان کی مراد روضۂ منورہ کی حیاتِ عنصری جسمانی کا انکار ہرگز نہیں ،اسی طرح جنہوں نے حیاتِ روحانی کے الفاظ استعمال کیے،ان کا منشاء یہی تھا کہ باعتبار تعلق بالرزق وہ روحانی حیات ہے، نہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم۔اندریں صورت حیات روحانی یا حیات برزخی کے قول سے قبر شریف کی حیات جسمانی کا انکار ہرگز لازم نہیں آتا۔

حاصل بحث یہ کہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ ثانیہ کی ان جہات (برزخی، روحانی، معنوی) میں کوئی اختلاف نہیں، انہیں خواہ مخواہ محل بحث بنانا اصل موضوع کو الجھانے کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔اصل موضوعِ تحقیق صرف حیاتِ جسمانی ہے اور وہی محل نزاع بنی ہوئی ہے۔پس اصل مبحث یہ ہے کہ

''سید الکائنات ﷺ کو اپنے روضۂ شریفہ میں حیاتِ عنصری جسمانی حاصل ہے یا نہیں۔''

روح کی حقیقت

دیوبندیوں کے معروف محدث سید انور شاہ کاشمیری نے کہا کہ بالفاظِ عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تین چیزیں ہیں۔

۱......وہ جواہر جن میں مادہ اور کیت دونوں ہوں، جیسے ہمارے ابدانِ مادیہ۔

۲......وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کیت ہے، جنہیں صوفیاء ''اجسام مثالیہ'' کہتے ہیں۔

۳......وہ جواہر جو مادہ اور کیت دونوں سے خالی ہوں، جن کو صوفیہ ''ارواح' یا حکماء ''جواہر مجردہ'' کے نام سے پکارتے ہیں۔

جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے ہیں، وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی" سے موسوم ہے۔ جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ، ناک، کان ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے، جس سے بدن پر ہر حالت میں موت طاری نہیں ہوتی، گویا حضرت علی مرتضٰی کے قول کے مطابق، جو بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا (القرآن الکریم ۳۹/۴۲) کی تفسیر میں نقل کیا ہے، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے، مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے، جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔

(فوائد القرآن للعلامہ عثمانی ص: ۳۷۶)

دیوبند کے مشہور محدث سید انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

الحیوۃ فی اللغۃ شیء مغایر للروح لاعینہ بل ثمرۃ تعلقہ وقد زعم بعض الناس انہ نفس الحیوۃ ولیس کذلک۔

(تحیۃ السلام ص: ۳۶)

ترجمہ: حیات اور روح لغت کی رو سے دو مختلف حقیقتیں ہیں۔ حیات روح کا عین نہیں، بلکہ اس کے تعلق کا ایک ثمرہ ہے۔ بعض عام لوگوں کا گمان ہے کہ روح ہی نفس حیات ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔

بسیارے از اشاعرہ وحنفیہ در اعادہ روح تردد کردہ اند وتلازم روح وحیات را منع نمودہ۔ (حیات القلوب ص: ۱۵۶)

ترجمہ: بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ (حیات فی القبر کے لئے) اعادۂ روح کے

باب میں متردد ہے ہیں (یعنی اسے قطعی نہیں جانتے) اور حیات اور روح کے تلازم کے قائل نہیں۔

(یعنی قبر میں حیات جسمانی کے لئے اعادہ روح ضروری نہیں، محض تعلق روح سے بھی وہاں حیات کا تحقق ہو جاتا ہے)

بدن کے جدا ہونے کے بعد روح کا شعور

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس پر دلائل پیش کرتے ہوئے کہ "روح مفارقتِ بدن کے بعد بھی جزئیات کا ادراک کرسکتی ہے" فرماتے ہیں:

فوجب القطع بان النفس بعد مفارقة البدن مدركة للجزئيات۔

(المطالب العالیہ مقالہ ۳ فصل ۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اس بات پر یقین ضروری ہے کہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی جزئیات کا ادارک کرتی ہے۔

موت کے بعد زندگی

ارشاد ربانی ہے:

کل نفس ذائقة الموت : (آل عمران :۱۸۵)

ترجمہ: ہر جان موت کو چکھنے والی ہے۔

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

بعض معتزلہ اور روافض نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے، کیونکہ میت زندگی اور ادراک سے عاری محض بے جان جسم ہے لہذا اسے عذاب دینا محال ہے۔

(شرح العقائد مطبوعہ شرکۃ الاسلام لکھنو۔ص: ۷۷)

اہل سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ثواب وعقاب کا ادراک کرتا ہے۔

میت تلاوتِ قرآن سن کر راحت حاصل کرتی ہے

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت رُوح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔

(کتاب الروح مطبوعہ حیدر آباد دکن ،ص: ۸۳)

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

میت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سننا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا کہ میت کے پاس جو گناہ کئے جاتے ہیں، اُن سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انہوں نے امام احمد سے نقل کیا اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ،ص: ۳۷۹)

مُردے سنتے ہیں

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مُردوں کے لئے ثابت ہے۔

(نیل الاوطار، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۴/۲۸۲)

انہوں نے ہر میت کے لئے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

میت دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے

علامہ ابن قیم سماع موتی پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہل قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام کریں اور کہیں: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" (تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو!) اور یہ اس شخص سے خطاب ہے جو سنتا اور جانتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ ایسے ہی ہو گا جیسے کسی پتھر کو خطاب کیا جائے یا ایسے شخص کو خطاب کیا جائے جو موجود ہی نہ ہو۔

(کتاب الروح مطبوعہ حیدر آباد دکن، ص: ۴)

کس کی مانیں، چھوٹے میاں کی یا بڑے کی؟

اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے...... احسان الٰہی ظہیر کہتا ہے کہ یہ حدیث دلیل نہیں

بنتی کیونکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔" ترمذی۔(البریلویہ ص:۷۸)

احسان الٰہی ظہیر کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "البریلویہ کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ" میں فرماتے ہیں: اب قارئین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن تیمیہ کی؟ (عقائد و نظریات ص:۵۴)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لئے ثابت ہے اور یہ کہ صاحب قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی دنیا جیسی ہے، حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو کیوں کہ جسم کے ساتھ رُوح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

جب کوئی سلام کرتا ہے تو جواب کے لئے روح واپس آجاتی ہے

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے کیونکہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل ہی جدا نہیں ہوگئی یہاں تک کہ اس کی توجہ ہی جسم کی طرف نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتداء میں وہ احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ

جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہو جائے گا۔ (کتاب الروح، ص:۳۰، ۷۱)

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب قبور، زندوں کی زیارت اور اُن کے سلام کو جانتے ہیں یا نہیں؟

میت قبر پر آنے والے کو پہچانتی ہے

سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص: ۴)

میں اپنے بندے کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے، میرا بندہ فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس

سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اُسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (الجامع الصحیح للبخاری کتاب الرقاق باب التواضع کراچی، ۲/۹۶۳)

اللہ تعالیٰ کے جلال کے نور سے بندہ دور و نزدیک سے سن سکتا ہے

امام رازی آیہ کریمہ "ام حسبت انّ اصحاب الکھف والرقیم" (القرآن الکرم ۱۸/۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور اور نزدیک سے سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اور آسان قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ۲۱/۸۹۱)

اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں

فاضل محقق ملا علی قاری حدیث شریف "انّ اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسی لئے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ، مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار (دنیا سے برزخ) کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح مطبوعہ ملتان ۳/۲۴۱)

مقبولانِ خدا سے بعداز وصال پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں

نیز حدیث شریف ''وصلّوا علیّ فانّ صلوتکم تبلغنی'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ اس لئے کہ جب پاکیزہ اور مقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں عروج حاصل ہوتا ہے اور وہ عالم بالا سے جا ملتے ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، تو وہ سب کو دیکھتے ہیں جیسے وہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوں یا فرشتے انہیں خبر دیتے ہیں اور اس میں ایک راز ہے جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح مطبوعہ ملتان ۲/۳۲۲)

غوث اعظم بعداز وصال ملاِ اعلیٰ کی صفت سے موصوف ہو گئے

اس بات کی صراحت محدث جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ کی دوسری جلد میں کی ہے، فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کا شعبہ حاصل ہے اور یہ اس لئے کہ جب ان کا وصال ہو گیا تو ملاِ اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہو گئے اور تمام جہان میں سرایت کرنیوالا وجود ان میں متحقق ہو گیا، اس بناء پر ان کے طریقے میں روح پیدا ہو گئی۔ (حاشیہ ہمعات مطبوعہ حیدرآباد سندھ ص:۶۴)

اولیاء کرام کی ولایت بعداز وصال بھی باقی رہتی ہے

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

اولیاء کو دنیا میں معزول کئے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صاحب ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحب ولایت بھی۔

(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد مطبوعہ گوجرانوالہ ص: ۸۸،۸۷)

ان علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں، وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد بھی حاصل رہتی ہیں، کیونکہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے

حیاتِ شہداء

حیاتِ شہداء قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشادِ ربانی ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔(آل عمران :۱۶۹)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں ہرگز مُردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔

شہداء کی روحیں قبروں میں اُن کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہداء حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر

ان میں اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ قبروں میں اُن کی روحیں اُن کی طرف لوٹادی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی انہیں اُن کی خوشبو محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علماء نے کہا کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے اور مجاز کی طرف رجوع کا کوئی باعث نہیں ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۹)

ارشاد ربانی "عند ربھم یرزقون" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادۃً معروف ہے یہی جمہور کا مذہب ہے جیسے اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علماء کہتے ہیں: اس سے مراد اچھی تعریف ہے، حالانکہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبع دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹۹)

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی قبر میں جسمانی ہے اور یہ سب سے اعلیٰ، افضل اور قوی حیات ہے، اور انبیاء علیہم السلام دنیاوی احکام میں بھی زندہ ہوتے ہیں ان کی وفات کے بعد ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی اور وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کسی شخص کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

فلما قضینا علیه الموت ما دلّهم علی موته الّا دابّة الارض تاکل منسأته فلما خرّ تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین ۔(سبا:۱۴)

ترجمہ: تو جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو ان کی موت پر سوائے زمین کی دیمک کے کسی نے مطلع نہیں کیا جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

حیات انبیاء اور بیت المقدس کی تعمیر

حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کی تجدید کرا رہے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت کے وقت سے مطلع کر دیا تو آپ نے جنوں کو نقشہ بنا کر دیا اور خود ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کر کے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے رہے اور کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا، وفات کے بعد مدت دراز تک جن بہ دستور تعمیر کرتے رہے، جب تعمیر پوری ہو چکی تو وہ عصا دیمک کے گھن لگنے کی وجہ سے گر پڑا، تب سب کو آپ کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء پر موت طاری ہونے کے بعد ان کا جسم صحیح سلامت رہتا ہے، پھولنے، پھٹنے، گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہتا ہے، لیکن ان کی جسمانی حیات کی کیفیت ہمارے دائرہ احساس اور شعور سے خارج ہے۔ عصا میں جب گھن لگ گیا اور وہ زمین پر گر گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر آ رہا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے لیکن اس پر دنیاوی حیات کے آثار مرتب

نہیں ہوتے، ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اپنے قیام میں عصا کا محتاج نہ ہوتا اور عصا گرنے کے باوجود آپ کا جسم مبارک قائم رہتا۔انبیاء علیہم السلام زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ان کی شفاعت کرتے ہیں، اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں اور احوال برزخ پر بھی نظر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں تصرف بھی کرتے ہیں، لیکن یہ تمام امور متشابہات میں سے ہیں ، یہ امور ایسے نہیں ہیں جیسے دنیا میں کسی انسان سے صادر ہوتے ہیں، ان کی کیفیت ہم ایسے عام لوگوں کے دائرہ ادراک اور شعور سے خارج ہے، احادیث میں بھی انبیاء علیہم السلام کی جسمانی حیات اور ان کے جسمانی تصرفات پر دلائل ہے۔

حیاتِ انبیاء پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے گرنے سے معارضہ کے جوابات

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ وفات کے بعد عصا کا سہارا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر آ رہا، اور احادیث صحیحہ میں وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، نمازیں پڑھنا، حج کرنا، سلام کا جواب دینا اور باتیں کرنا مذکور ہے۔ان میں توفیق اور تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

ا......عام انسانوں اور جنات کی نظروں میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام پر وفات کے بعد آثار حیات نہیں ہوتے۔ان میں آثار حیات کا مشاہدہ صرف اہل اللہ اور انبیاء علیہم السلام ہی کر سکتے ہیں۔

۲......انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصریہ میں حس اور حرکت ارادی کے آثار نہیں ہوتے ، البتہ انہیں روح کے ساتھ اجسام مثالیہ کو متعلق کردیا جاتا ہے اور تصرف کے جس قدر واقعات کا ذکر احادیث میں ہے یہ سب اجسام مثالیہ ہیں۔

۳......وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے آثار حیات کو سلب فرمالیتا ہے (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں جنوں کے دعویٰ علم غیب کو رد کرنا مقصود تھا یا ان کی وفات ظاہر کر کے ان کی تجہیز و تکفین اور ان کو قبر میں دفن کرانا تھا) اور بعض اوقات اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے اجسام میں آثار حیات جاری فرمادیتا ہے ، جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی عظمت اور شان ظاہر کرنے کے لئے شب معراج آپ کی اقتداء میں سب نبیوں سے نماز پڑھوائی اور عبادت میں ان کا شغف ظاہر کرنے کے لئے وفات کے بعد نبی ﷺ کو انہیں نماز پڑھتا ہوا اور حج کرتا ہوا دکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی منتقلی

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے ، مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں اذان اور اقامت پڑھتے ہیں ، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کرسکتا ہے نہ اس کا ادراک کرسکتا ہے اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو

عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ (روح المعانی دار الفکر بیروت ۲۲/۵۵،۵۱)

آقائے دوجہاں ﷺ کی موت اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ ﷺ کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "انک میت" میں میت نکرہ ہے اور "انھم میتون" میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی ﷺ پر آئی تھی، ہمارے نبی ﷺ پر ایک آن کے لئے موت آئی، پھر آپ کو حیات جاودانی عطا فرمادی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا، آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطا کی گئی اور کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں، صرف عذاب قبر پہنچانے کے لئے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطا کی جاتی ہے۔

نبی کائنات ﷺ کی موت کے متعلق مفسرین کی آراء

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

آپ اور کفار ہر چند کہ اب زندہ ہیں لیکن آپ کا اور ان کا شمار موتی (مردوں) میں ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آنے والی ہے۔

(تفسیر کبیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۴۵۱)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس (انک میت وانھم میتون) آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی وفات اور کفار کی موت کی خبر دی ہے اور اس کی پانچ توجیہات ہیں:

۱) اس آیت میں آخرت سے خبردار کیا ہے۔ ۲) اس آیت میں آپ کو عمل پر ابھارا ہے۔ ۳) موت کی تمہید کے لئے اس کو یاد دلایا ہے۔ ۴) آپ کی وفات کا اس لئے ذکر فرمایا تاکہ مسلمان آپ کی وفات میں اس طرح اختلاف نہ کریں جیسے پچھلی امتوں نے اپنے نبیوں کی وفات میں اختلاف کیا تھا، حتی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کا انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے آپ کی وفات پر استدلال فرمایا۔ ۵) اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کی خبر دے کر یہ بتایا ہے کہ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لیکن موت میں تمام مخلوق برابر ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن دارالفکر بیروت ۱۵/۲۲۷، ۲۲۶)

علامہ اسماعیل حقی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موت صفت وجود یہ ہے جو حیات کی ضد ہے، المفردات میں مذکور ہے: قوت حساسیہ حیوانیہ کے زوال کا نام موت ہے، جس کے روح سے الگ ہو جانے کو بھی موت کہتے ہیں۔

وصالِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فراق قریب آ پہنچا تو ہم سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جمع ہوئے، آپ نے ہماری طرف دیکھا، پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے فرمایا: تم کو خوش آمدید ہو، اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے اور اللہ تم پر رحم فرمائے، میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اب فراق قریب آ گیا ہے اور یہ وقت ہے اللہ کی طرف لوٹنے کا اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماوی کی طرف جانے کا، میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے اور مجھے کفن ان کپڑوں میں پہنائیں گے اگر وہ چاہیں تو حلہ یمانیہ میں، پس جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میرے اس تخت پر میرے حجرے میں رکھ دینا میری لحد کے کنارے پر، پھر کچھ دیر کے لئے میرے اس حجرے سے نکل جانا، سب سے پہلے میرے حبیب حضرت جبریل میری نماز جنازہ پڑھیں گے، پھر حضرت میکائیل، پھر حضرت اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے لشکر کے ساتھ میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم گروہ در گروہ آ کر میری نماز جنازہ پڑھنا، مسلمانوں نے جب آپ کے فراق کا سنا تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے یارسول اللہ ! آپ ہمارے رب کے رسول ہیں اور ہماری جماعت کی شمع ہیں اور ہمارے معاملات کی برہان ہیں جب آپ چلے جائیں گے تو ہم اپنے معاملات میں کس طرف رجوع کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو صاف اور شفاف

راستے پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اپنے ظہور میں دن کی طرح ہے اور اس رہنمائی کے بعد وہی شخص گمراہ ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہو اور میں نے تمہارے لئے دو نصیحت کرنے والے چھوڑے ہیں، ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے، رہا ناطق تو وہ قرآن کریم ہے اور رہا ساکت تو وہ موت ہے پس جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو تم قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرنا اور جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو تم مُردوں کے احوال پر غور کرنا۔ پھر اس دن رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ کو دردِ سر کا عارضہ ہوا، آپ اٹھارہ روز تک بیمار رہے اور مسلمان آپ کی عیادت کرتے رہے، پھر پیر کے دن آپ کا وصال ہو گیا اور اسی دن آپ کی بعثت ہوئی تھی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور بدھ کی شب جب نصف گزر چکی تھی آپ کو دفن کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ منگل کی شب آپ کو دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ۲/۱۹۷---المعجم الاوسط رقم الحدیث ۳۹۹۶---مسند البزار رقم الحدیث :۸۴۷)

عامۃ الناس کی موت اور نبی کائنات کا وصال فرمانا

اس پر غزالی زماں حجۃ الاسلام سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی عمدہ اور خوبصورت بات ارشاد فرمائی:

۱......حضور سید عالم ﷺ کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں (بخاری شریف) لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہم موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔

۲......غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو انہیں کپڑوں میں غسل مبارک دیا گیا جن میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔

(بخاری شریف)

۳......حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ ملائکہ کرام اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جماعت کے بغیر الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس پر معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف کے کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

(مواہب اللدنیہ)

۴......ہماری موت کے بعد جلدی دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانہ میں پورے دودن کے بعد قبر میں دفن کئے گئے۔(زرقانی شریف)

۵......حضور ﷺ کا مدفن مبارک بحکم شرع وہی مقام رہا جہاں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔(زرقانی شریف)ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

۶......ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے۔حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۷......ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں باقی ہیں اور ہمیشہ تک یہ حکم جاری رہے گا۔

اس مسئلہ پر قرآن وسنت کے صریح دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ا

ارشاد خداوندی ہے:

ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔(السجدۃ:۲۳)

ترجمہ:اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔

دیوبند مکتب فکر کے شیخ الاسلام عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''موسیٰ کے ذکر پر فرمادیا کہ تم جو موسیٰ (علیہ السلام) سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکہ یا نظر بندی نہیں۔

(تفسیر عثمانی ص: ۵۴۰)

یہی مضمون ملاحظہ ہو:

(تفسیر جلالین مع البیضاوی صفحہ ۳۳۲ ، ابن کثیر ۳۶۳، خازن مع معالم التنزیل ۲۲۷/۵، قرطبی ۱۰۸/۱۴، تفسیر کبیر مطبوعہ ایران ۱۸۳/۲۵، روح المعانی مطبوعہ ملتان ۱۳۸/۲۱ معارف القرآن از کاندھلوی ۳۵۴/۵ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع دیوبندی ۷/۷)

استقبال محبوب کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بلالیا

غیر مقلدین کے ایک عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ معراج کی رات بیت المقدس کے راستہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ معراج کی رات چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ کے موافق آپ نے پچاس نمازوں میں سے پینتالیس نمازوں کی تخفیف کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی اور آپ کی وہ التجا منظور ہو کر پچاس نمازوں کی جگہ پانچ نمازیں رہ گئیں جو اب لوگ پڑھتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں یہ شبہ پڑا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر پہلے تو بیت المقدس کے راستہ میں نظر آئے تھے پھر اتنی جلدی مجھ سے پہلے وہ چھٹے آسمان پر کیونکر پہنچ گئے فلا تکن فی مریۃ من لقائہ (القرآن الکریم ۲۳/۳۲) سے اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول کے اسی شبہ کو رفع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے کے لئے اتنی جلدی موسیٰ علیہ السلام کو ملک شام سے چھٹے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس لئے رسول اللہ (ﷺ) سے ملاقات جو موسیٰ علیہ السلام کی چھٹے آسمان پر ہوئی اس میں کچھ دھوکہ نہیں ہے۔

(احسن التفاسیر ۸۳/۵، ۱۸۲)

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ اور اس کی مذکور تفسیر سے صاف معلوم ہوا کہ شبِ معراج نبی اکرم ﷺ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ ظاہر بات ہے کہ ملاقات کرنے والا زندہ ہوتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے وصالِ مقدس کے دو ہزار سال سے زائد عرصہ کے بعد قبرِ انور سے باہر آ کر ملاقات فرما سکتے ہیں تو سید الانبیاء ﷺ کے متعلق یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی قبرِ انور میں مُردہ بے جان پڑے ہوں گے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

سوال...... مفسرینِ کرام نے اس آیت کے تحت ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب ملنے میں شک نہ کرو جب اقوال متعدد ہو گئے تو احتمال پیدا ہو گیا کہ کون سا معنی مراد ہو گا؟

فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

جواب...... متعدد تفاسیر میں سے کسی ایک تفسیر کے ساتھ استدلال میں اور متعدد وجوہ محتملہ میں سے ایک وجہ کے ساتھ استدلال میں بہت فرق ہے، جیسا کہ متعدد مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے مثلاً حاشیہ بیضاوی از علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلیم علیہ السلام کی ملاقات کا جو انکار کرے وہ بے ایمان ہے

آیت مذکورہ کا ہم نے جو مطلب بیان کیا ہے یہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد و دیگر علماء سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیر کے مطابق ہے۔ کیا تم اپنے باطل عقیدہ ''انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں بے جان مُردہ ہیں'' کو بچانے کے لئے صحابہ وتابعین کی تفسیر کو ٹھکرا دو گے؟۔ الحمد للہ ہم دونوں تفسیروں کے قائل ہیں، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کتاب یقیناً ملی جو اس میں شک کرے وہ بے ایمان ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات بھی یقیناً ہوئی جو اس میں شک کرے وہ بھی بے ایمان ہے۔

دلیل نمبر۲

ارشاد خداوندی ہے:

وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون ۔(زخرف: ۴۵)

ترجمہ: اور تو ان رسولوں سے پوچھ جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا تھا۔ ہم نے اپنی ذات (رحمٰن کے) سوا کسی اور کی بھی عبادت کرنے کی اجازت دی تھی؟

اللہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دینا کہ ''رسولوں سے پوچھیے'' اس بات کی صریح دلیل ہے کہ پہلے رسول بھی زندہ ہیں۔ ورنہ بے جان سے پوچھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے یقین کامل ہے

تفسیر خازن میں ہے:

فروی عن ابن عباس فی روایة عنه لما اسری بالنبی ﷺ بعث اللّٰه عزوجل له اٰدم وولده من المرسلین فاذّن جبریل ثم اقام وقال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ من الصلٰوة قال له جبریل سل یا محمد من ارسلنا من قبلك من رسلنا الاية فقال النبی ﷺ لا اسال قد اکتفیت وھذا قول الزھری وسعید بن جبیر وابن زید قالوا جمع له الرسل لیلة اسری به وامر ان یسأل فلم یشك ولم یسأل فعلی ھذا القول قال بعضھم ھذه الایة نزلت ببیت المقدس لیلة اسری بالنبی ﷺ۔

(تفسیر خازن ۶/۳۶-۱۳۷)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اوران کی اولاد میں جتنے بھی رسول ہیں سب کو بھیجا پس جبریل نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑھیے اور امامت فرمایئے پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جبریل نے عرض کیا سل یا محمد من ارسلنا من قبلك من رسلنا الاية۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا چونکہ مجھے یقین کامل ہے اس لئے میں سوال نہیں کروں گا۔ یہ زہری سعید بن جبیر اور ابن زید کا بھی قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسولوں کو جمع فرمایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ان سے پوچھو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو شک نہ تھا اس لئے آپ نے نہ پوچھا، اسی قول کی بنا پر بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ آیت شب معراج بیت المقدس میں نازل ہوئی۔

تفسیر خازن سے ملتا جلتا مضمون ملاحظہ ہو۔

(معالم التنزیل ۱۳۷/۶---ابن جریر ۷۷/۲۵---تفسیر کبیر ۲۱۶/۲۷---روح المعانی ۷۶/۲۵ تفسیر عثمانی ۶۳۹---تفسیر قرطبی ۹۵/۲۶---تفسیر فتح القدیر ۵۵۷/۴)

سوال......اس آیت کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ہیں۔

نمبر۱......رسولوں سے پوچھو۔نمبر۲......پہلے رسولوں کی امتوں سے پوچھو۔

نمبر۳......رسولوں پر نازل شدہ کتابوں سے پوچھو۔

جب آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہیں تو احتمال پیدا ہو گیا۔

فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

الجواب(۱)......اس سوال کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ ایک تفسیر سے استدلال ہے نہ کہ وجوہ محتملہ میں سے ایک وجہ سے استدلال۔

جواب(۲)......قرآن کا ظاہر ہماری تفسیر کی تائید کر رہا ہے۔وہاں لفظ ہے وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا۔

جواب(۳)......امام قرطبی صاف فرماتے ہیں:

هذا هو الصحيح فى تفسير هذه الاية۔

جواب(۴)......کسی ایک سنی مفسر یا محدث نے یہ نہیں لکھا کہ تمہارا استدلال اس لئے نا قابل قبول ہے کہ معاذ اللہ، انبیاء کرام علیہم السلام تو اپنی قبور میں بے جان پڑے ہیں اس لئے ان سے پوچھنے کا کیا معنی؟۔

دلیل نمبر ۳

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وك فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔(النساء :۶۴)

ترجمہ:اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا بُرا کیا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

اس آیتِ کریمہ میں گناہ گاروں کو معافی کا ایک طریقہ بتایا ہے کہ وہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو جائیں۔اس آیت میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ اور بعد از وصال کی کوئی قید نہیں۔اگر نبی اکرم ﷺ قبرِ انور میں محض بے جان ہیں تو اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ کو صرف ظاہری حیاتِ طیبہ تک محدود فرما دیتا اور صحابہ کرام بھی ظاہری حیاتِ طیبہ تک ہی محدود سمجھتے لیکن بعد از وصال صحابہ کرام روضۂ اطہر کی حاضری کو مستحسن سمجھا کرتے تھے۔جس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ روضۂ اطہر میں زندہ ہیں۔

اعرابی کی روضہ اقدس پر حاضری

اسی آیت کی تفسیر میں مشہور دیوبند مکتبِ فکر کے عالم مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا،اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیتِ مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لك یعنی تیری مغفرت کردی گئی۔

(تفسیر معارف القرآن ۲/۴۶۰)

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام آپ کو زندہ سمجھ کر ہی قبرِ انور پر حاضری دیا کرتے تھے۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب دوم

حیات النبی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں

عن انس ابن مالك قال قال رسول الله ﷺ الانبياء احياء فی قبورهم يصلون۔

(مسند ابی یعلی ۱۴۷/۶ شفاء السقام ص: ۱۷۹ فتح الملہم شرح مسلم ۳۲۹/۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کے سارے نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس حدیث سے صراحتہً معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

اس حدیث کے متعلق محدثین کی آراء ملاحظہ ہوں:

شیخ محقق فرماتے ہیں:

ابویعلی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آوردہ۔(مدارج النبوۃ ۴۴۷/۲)

ترجمہ: محدث ابویعلی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں کی حدیث بیان فرمائی ہے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

رواہ ابویعلی والبزّار ورجال ابی یعلی ثقات۔

(مجمع الزوائد ۲۱۴/۸)

ترجمہ: اس حدیث کو ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابویعلی کے سارے

راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سید سمہودی فرماتے ہیں:

رواہ ابو یعلی برجال ثقات ورواہ البیھقی وصححہ۔

(وفاء الوفاء ۱۳۵۲/۴)

ترجمہ: اس حدیث کو ابو یعلی نے ثقہ راویوں کے ذریعے روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

وصحّ انه ﷺ قال الانبیاء احیاء یصلون۔

(الحاوی للفتاوی ۱۶۳/۲)

ترجمہ: یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں نمازیں بھی ادا فرماتے ہیں۔

زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام ہے

عن اوس بن اوس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلاة فیه فانّ صلاتکم معروضة علیّ قال :قالوا : یارسول الله کیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت ؟ قال : یقولون : بلیت ،قال : انّ الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہتر دنوں میں جمعہ کا دن ہے، اس دن حضرت آدم علیہ

السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کی روح مبارک قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی، اس لئے مجھ پر کثرت سے درود بھیجو، اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت اوس بن اوس کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

(ابوداؤد شریف ۱/۱۵۰ نسائی شریف ۱/۱۵۵، ابن ماجہ شریف ص:۷۷،۱۱۹)

آنحضرت قبر میں زندہ ہیں...... (وحید الزماں)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزماں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسلامت اور رُوح تو سب کی سلامت رہی ہے پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سُن لیتے ہیں اگر دُور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا یہی اعتقاد ہے اگرچہ یہ زندگی دنیا کی سی زندگی نہیں جس میں کھانے اور پینے کی احتیاج ہو لیکن جو باتیں آں حضرت ﷺ سے دنیاوی حیات کی حالت میں عرض کر سکتے تھے وہ اب بھی عرض کر سکتے ہیں اور جو فیوض وبرکات آنحضرت ﷺ سے پہلے ہوتے تھے وہ اب بھی ہوتے ہیں، بکمال نحوست اور شامت ہے اس شخص کی جو حج کو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضری نہ دے۔

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱/۴۵۶)

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں......(خلیل انبیٹھوی)

مشہور دیوبندی عالم خلیل احمد انبیٹھوی بھی لکھتے ہیں:

ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الارض ای منعھا اجساد الانبیاء ای من ان تاکلھا و ان الانبیاء فی قبورھم احیآء۔

(بذل المجھود شرح ابوداؤد ۲/۱۶۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے زمین کو نبیوں کے اجساد مطہرہ کھانے سے۔ پس انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

کنایۃ عن کون الانبیآء احیاء فی قبورھم۔

(حاشیہ نسائی شریف ۱/۱۵۳)

ترجمہ: (ان اللہ حرم) انبیاء کے اپنی قبور میں زندہ ہونے سے کنایہ ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ونیز در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوئید صلوٰۃ رادر روز جمعہ۔

(مدارج النبوۃ ۲/۴۴۸)

ترجمہ: اور حدیث صحیح میں بھی آیا ہے کہ جمعہ کے روز درود شریف زیادہ پڑھو۔

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

وازیں جا معلوم می شود کہ حیات انبیاء حیات حسی دنیاوی است نہ مجرد بقاء ارواح۔ (مدارج النبوۃ ۲/۴۴۸)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی اور حسی حیات ہے صرف رُوح کے باقی رہنے کا نام نہیں۔

حیات انبیاء پر پوری امت کا اتفاق ہے

یہی حضرت شیخ محقق مسئلہ حیاتِ انبیاء میں اپنی معروف کتاب لمعات شرح مشکوٰۃ میں یہاں تک فرماتے ہیں:

حیاتِ انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروی خلاف نیست حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی۔ (اشعۃ اللمعات ۱/۴۷۵)

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر سب کا اتفاق ہے کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے اور یہ حیات جسمانی دنیاوی حقیقی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

عن انس بن مالك انّ رسول الله ﷺ قال : اتيت (وفي رواية هدّاب) مررت على موسٰى ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره ۔ (رواه مسلم والنسائى)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معراج کی شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا (اور ھدّاب کی ایک روایت کے مطابق) سرخ ٹیلے کے پاس سے میرا گزر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے معروف صلاۃ تھے۔

سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہوں

عن ابى هريرة انّ رسول الله ﷺ قال ما من احد يسلم علىّ الا

ردّ اللہ علیّ روحی حتّٰی اردّ علیہ السلام۔

(ابوداؤد ۱/۲۷۹، الفتح الربانی ترتیب مسند امام احمد ۱۳/۲۱۲، ۳فتاوی ابن تیمیہ ۱۱/۱

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کی توثیق میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

رواتہ ثقات۔(فتح الباری ۶/۴۸۸)

مولوی محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں:

قال الحاکم صحیح الاسناد۔(فضائل درود شریف ص:۱۸)

امام زرقانی فرماتے ہیں:

قد روی ابوداود باسناد صحیح ۔(زرقانی علی المواہب ۸/۳۰۸)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صححہ النووی فی الاذکار ۔(تفسیر ابن کثیر ۳/۵۱۴)

سوال......"اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے" کا کیا معنٰی ہے؟

الجواب......اس بات کے متعدد جوابات محدثین نے ارشاد فرمائے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی، الحاوی للفتاوی از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہما۔ ایک جواب ان میں سے ہم عرض کر دیتے ہیں:

قرآن حکیم میں روح فرشتہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے، مثلاً

فارسلنا الیھا روحنا فتمثّل لھا بشرا سویا۔(سورۃ مریم:۱۷)

تو حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جب بھی کوئی مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ جو مجھے درود پہنچانے پر موکل ہے میری بارگاہ میں حاضری دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

انّ المراد بالروح الملك الموكل بذلك۔

(فتح الباری مطبوعہ لاہور ۶/ ۳۵۳،۴۸۸)

ترجمہ: روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم جلد ا صفحہ ۳۳۰ پر مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔

موکل فرشتہ کی طاقت وقوت

اس موکل فرشتہ کے بارے میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عن عمار بن یاسر قال قال رسول الله ﷺ انّ الله وکّل بقبری ملكا اعطاه اسماع الخلائق فلا يصلى علىّ احد الى يوم القيامة الا ابلغنى باسمه واسم ابيه هذا فلان ابن فلان قد صلّى عليك۔

(الترغیب والترھیب ۲/ ۴۹۹،فضائل درود شریف مولوی زکریاص:۱۸)

ترجمہ: حضرت سیدنا عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت بخشی ہے قیامت تک جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ فرشتہ درود شریف پڑھنے والے اور اس کے باپ کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔

سبحان اللہ ! جب ایک فرشتہ یعنی خادم مصطفیٰ کریم کی طاقت کا یہ عالم ہے تو آقا کریم ﷺ کی طاقت وقوت کا کیا عالم ہوگا؟

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہو گا

نوٹ : امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو الحاوی للفتاوی جلد۲ صفحہ نمبر ۱۴۷ پر امام بخاری کی تاریخ سے بھی نقل کیا ہے۔

سوائے انبیاء کے اور کوئی قبر میں نماز نہیں پڑھتا

ابو نعیم نے "حلیہ" میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے علاوہ بھی کوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء رقم الحدیث :۲۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جو درود پڑھے میں سنتا ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود سن نہیں سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (جلاء الافہام) فرشتہ کا درود پہنچانا آپ کے یا دورد کے اعزاز واکرام کے لئے ہے، جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔)

(شعب الایمان رقم الحدیث :۱۵۸۳ مشکوۃ رقم الحدیث :۹۳۴، کنز العمال رقم الحدیث :۲۱۶۵)

میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس درود کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔

(کنز العمال رقم الحدیث: ۲۲۴۲، جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۲۳۵۵)

عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے، وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۵۸۴، مجمع الزوائد ۵/۸)

وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان

صوفیاء بیداری میں فرشتوں اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں

امام غزالی لکھتے ہیں:

صوفیاء کی پہلی منزل مکاشفات اور مشاہدات سے شروع ہوتی ہے، حتی کہ وہ بیداری میں فرشتوں کا اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(المنقذ من الضلال مطبوعہ لاہور ص:۵۰)

تمام انبیاء کرام کو قبروں سے باہر آنے کا تصرف عطا کیا گیا ہے

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آیا ذات مصطفیٰ ﷺ کی زیارت آپ کے جسم اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا جسم مثالی کے ساتھ؟ امام غزالی نے کہا ہے کہ ارباب احوال آپ کے جسم اور روح کو نہیں دیکھتے بلکہ مثال کو دیکھتے ہیں (علامہ سیوطی فرماتے ہیں) آپ کی ذات مبارکہ کی جسم اور روح کے ساتھ زیارت منقطع نہیں کیونکہ آپ ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور سب کی روحیں جسموں میں لوٹا دی گئی ہیں اور تمام انبیاء کو اپنی قبروں سے باہر آنے کا اور تمام کائنات میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے۔ اور امام بیہقی نے حیات انبیاء میں ایک رسالہ لکھا ہے

اور "دلائل النبوۃ" میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

(الحاوی للفتاوی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۶۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھٹے آسمان پر اور قبر میں بھی موجود ہونا

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیاء کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

(جذب القلوب مکتبہ نعیمیہ لاہور ص: ۱۵۳)

علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے

ی؟ وہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم وروحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے، علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ هفت مسئله مدنی کتب خانه لاهور ص:۷)

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا، وہ فوت ہو گیا، نبی ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔

(مسند امام احمد مکتبه اسلامیه بیروت، ۴۳۶/۳)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ اشارۃ الی خرق العادۃ من تعدد الاجساد المکتسبة حیث ان الولد موجود فی کل باب من ابواب الجنة۔

(مرقاۃ مکتبه امدادیه ملتان ۱۰۹/۴)

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔

مجذوب کا بیک وقت 30 شہروں میں موجود ہونا

دیوبند کے سرخیل شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور آپ کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔

(جمال الاولیاء مکتبہ اسلامیہ لاہور ص:۱۸۸)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشربینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں اور کچھ بلاد تکرور میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔ (جمال الاولیاء ص:۲۰۲)

کاملین نے سرکار ﷺ سے حالتِ بیداری میں فیض حاصل کیا

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے۔

شیخ سراج الدین ابن الملقن نے "طبقات الاولیاء" میں لکھا ہے کہ:
شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یارسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت خلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا، آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

کاملین کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے

حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولياء حيث طويت لهم الارض وحصل لهم ابدان مكتسبة متعددة وجدوها في اماكن مختلفة في آن واحد۔ (مرقاة مكتبه امداديه ملتان، ۳۱/۳)

ترجمہ: جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لئے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

کاملین ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں

مسلک دیوبند کے نامور عالم شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا چلے جاتے، اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

(فتح الملہم مطبع الحجاز کراچی ۱/۶،۵۰۵)

علامہ سیوطی نے 75 مرتبہ بیداری میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کی

دیو بند مکتبہ فکر کے نامور محدث سید انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی ﷺ کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے۔

(میزان الشریعۃ الکبری ۱/۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص: ۱۷)

حاضر و ناظر کا مفہوم

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، عبادت اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول ہیں، ان پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال دیکھ کر وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں اور بُرے اعمال دیکھ کر امت کے لئے استغفار کرتے ہیں، اور اہل اللہ اور خاص خاص بندگان خدا ان کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں، ان کا کلام سنتے ہیں

اور وہ اپنی قبروں سے باہر بھی آتے ہیں اور زمین اور آسمان میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، ایک وقت میں کئی جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں، اس وقت ان کی روح کئی صورتوں میں متمثل ہوتی ہے یا ایک وقت میں کئی جگہ ان کے اجسام مثالیہ نظر آتے ہیں، نبی ﷺ کو جو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے، حاضر و ناظر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم معروف اور جسد عنصری کے ساتھ ایک وقت میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

حاضر و ناظر سے ہماری مُراد یہ ہے

علامہ جلال الدین سیوطی ،علامہ سید آلوسی ،علامہ ابن حجر ہیتمی مکی ،علامہ عبدالوہاب شعرانی ، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ،حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات عالم کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہیں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہٖ موجود ہیں تو یہ تکثر جزی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے، سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بہر

حال تغایر ہے، اس لئے یہ تکثر جزی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لئے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

روضۂ اقدس سے اذان کی آواز آنا

امام دارمی حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں:

حرہ کے زمانے میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی، حضرت سعید بن میتب مسجد میں ہی رہے انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔

(سنن الدارمی مطبوعہ دارالمحاسن قاہرہ ۱/۴۴)

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیاءؒ کی قبروں سے سلام کا جواب سنا اور سعید بن میتب، حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں، ہماری ان میں بحث نہیں ہے اور معاملہ اس سے کہیں بڑا اور برتر ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم مکتبہ سلفیہ لاہور ص: ۳۷۱)

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی، اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون—(آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو اُن سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولی زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو، لہذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

اللہ نے آپ کو نبی اور شہید بنایا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

(مسند ابو یعلی رقم الحدیث :۵۲۰۷ مجمع الزوائد ۵/۸، المستدرک ۵۸/۳)

یا محمد آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

عن ابی امامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته فلقى ابن حنيف فشكى ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف :ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ،ثم قل : اللّٰهم انى اسألك واتوجه اليك بنبينا محمد نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى

فيقتضي لي حاجتي وتذكر حاجتك ورح حتى اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم اتى باب عثمان بن عفان فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطنفسة فقال حاجتك ؟ فذكر حاجته وقضاها له ثم قال له : ماذكرت حاجتك حتّٰى كان الساعة وقال : ما كانت لك من حاجة فاذكرها ،ثم انّ الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له : جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت اليّ حتى كلمته فيّ فقال عثمان بن حنيف : والله ما كلمته ولكني شهدت رسول الله ﷺ واتاه ضرير فشكى اليه ذهاب بصره فقال له النبي ﷺ فتصبر فقال : يارسول الله ليس لي قائد وقد شقّ عليّ فقال النبي ﷺ ائت الميضأة فتوضأ ثم صلّ ركعتين ، ثم ادع بهذه الدعوات قال ابن حنيف : فوالله ما تفرّقنا وطال بنا الحديث حتّٰى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضرّ قطّ۔(رواه الطبراني والبيهقي وقال المنذري والحديث صحيح)

(المعجم الكبير لطبراني ۹/۳۰،المعجم الصغير ۱/۱۸۳)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی ضرورت سے آتا رہا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کی حاجت پر غور نہ فرماتے تھے۔ وہ شخص (عثمان) بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے اپنے مسئلہ کی بابت شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: لوٹا لاؤ اور وضو کرو، اس کے بعد مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر (یہ دعا) پڑھو: اے اللہ! میں آپ سے

سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف اپنے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں ، یا محمد ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری یہ حاجت پوری فرمادے ۔اور پھر اپنی حاجت کو یاد کرو۔(اور یہ دعا پڑھ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ) یہاں تک کہ میں بھی تمہارے ساتھ آ جاؤں۔پس وہ آدمی گیا اور اس نے وہی کیا جو اُسے کہا گیا تھا۔پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان نے اس کا ہاتھ تھاما اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا: تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس نے اپنی حاجت بیان کی اور انہوں نے اسے پورا کردیا۔پھر اُنہوں نے اُس سے کہا: تو نے اپنی اس حاجت کے بارے میں آج تک بتایا کیوں نہیں؟ آئندہ تمہاری جو بھی ضرورت ہو مجھے بیان کرو ۔ پھر وہ آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ،اگر آپ میرے مسئلہ کے بارے میں حضرت عثمان سے بات نہ کرتے تو وہ میری حاجت پر غور کرتے نہ میری طرف متوجہ ہوتے۔حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا میں نے اُن سے تمہارے بارے میں بات نہیں کی۔بلکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ ایک نابینا آدمی آیا اور آپ ﷺ سے اپنی بینائی ختم ہوجانے کا شکوہ کیا، تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو صبر کر، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا کوئی خادم نہیں اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹا لے کر آؤ اور وضو کرو (اور اسے یہی عمل تلقین

فرمایا) حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! ہم لوگ نہ تو ابھی مجلس سے دور ہوئے اور نہ ہی ہمارے درمیان لمبی گفتگو ہوئی حتی کہ وہ آدمی ہمارے پاس (اس حالت میں) آیا کہ گویا اُسے کبھی اندھاپن تھا ہی نہیں۔

اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔امام منذری نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ کا وادی ازرق میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر وادی ازرق میں ہوا، آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں، وہ بآواز بلند تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے اُتر رہے ہیں، پھر آپ وادی ہرشی سے گزرے، آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ وادی ہرشی ہے، آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) یونس بن متی کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ ایک سرخ رنگ کی فربہ اونٹنی پر سوار ہیں، جس کی مہار کھجور کی چھال کی ہے، انہوں نے اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ "اللھم لبیك" کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

(صحیح مسلم ۹۴/۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

انبیاء بمنزلہ شہداء بلکہ ان سے بھی افضل ہیں

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج اور تلبیہ کس طرح کرتے ہیں، حالانکہ وفات پاچکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہ منزلہ شہداء ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں، اس لئے ان کا حج کرنا اور نماز پڑھنا بعید نہیں ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم ۱/۹۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

انبیاء زندہ ہیں اسی لئے حج کرتے ہیں

دیوبند مکتب فکر کے معروف عالم شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لئے ان کو حج کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے (الی قولہ) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی روح کو دیکھا تھا، آپ کے لئے ان کی روحوں کو اس طرح متمثل کردیا گیا جس طرح شب معراج انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو متمثل کردیا گیا تھا اور ان کے اجسام قبروں میں تھے علامہ ابن منیر وغیرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نبی کی روح کے لئے ایک جسم مثالی بنادیتا ہے، پھر وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بیداری میں دکھائی دیتے ہیں۔

(فتح الملہم مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی ۱/۳۳۰)

میں نے سب نبیوں کی امامت کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں پایا، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے

لوگوں کی طرح گھنگریالے تھے، اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا اور میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔

(صحیح مسلم ۹۶/۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا تھا؟ حالانکہ آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان کو آسمانوں میں بھی اپنے اپنے مراتب میں دیکھا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں بیت المقدس جاتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو پہلے نماز پڑھائی ہو اور پھر ان کو آسمانوں پر دیکھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہو۔

(شرح صحیح مسلم ۹۶/۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

صحابی کی روضۂ رسول پر حاضری اور امت کی سیرابی کے لئے التجا

عن مالك الدار قال: اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال: یارسول اللہ! استسق لامتك فانهم قد هلكوا

فاتی الرجل فی المنام فقال له : ائت عمر فاقرءه السلام واخبره انکم مسقیون وقل له :علیك الکیس علیك الکیس فاتی عمر ، فاخبره فبکی عمر ثم قال یا ربّ لا آلو الّا ما عجزت عنه۔

رواه ابن ابی شیبة والبیهقی فی الدلائل ۔وقال ابن کثیر اسناده صحیح ،وقال العسقلانی : رواه ابن ابی شیبة باسناد صحیح۔

ترجمہ: حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو ایک صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی اُمت کی سیرابی کی دعا فرمائیں کیوں کہ وہ (قحط سالی کے باعث) تباہ ہوگئی ہے تو خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ اس صحابی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو کہ (دشمن تمہاری جان لینے کے درپے ہیں ان سے) ہوشیار رہو، ہوشیار رہو، پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رو پڑے اور کہا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ کوئی کام میرے بس میں نہ رہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے اور بیہقی نے دلائل النبوہ میں روایت کیا ہے۔ امام ابن کثیر نے فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہے۔ امام عسقلانی اور امام ابن ابی شیبہ بھی اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب سوم

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدۂ اصحابِ رسول

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وفات شریفہ وارد ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقامِ سخ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا:

ما مات رسول اللہ ﷺ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کیفیت وارد ہے، وہ موت ہرگز نہیں۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے:

واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذاك۔

ترجمہ: خدا کی قسم! میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے چادر اٹھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے اور حضور کو مخاطب کر کے کہا:

بابی انت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقك اللہ الموتتین ابدا۔

(بخاری ۱/۱۱۷)

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ حیات اور موت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔

اما الموتۃ التی کتب اللہ علیك فقد متہا۔ (بخاری ۱/۱۶۶)

ترجمہ: جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی۔

ابن ابی شیبہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر جو صورتِ حال پیش آتی ہے وہ موت نہیں ہے۔

فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله وبکی ثم قال بابی انت وامی واللّٰه لا یجمع الله علیك موتتین اما الموتة التی کتبت علیك فقد متها۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ٢/٦٤٠)

پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا پھر آپ نبی اکرم ﷺ پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے۔ اس کے بعد آپ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ کے لئے لکھی گئی تھی۔ آپ اس کا کو چکھ چکے۔

یہاں تین امور پیش نظر رہیں، اولاً کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ ﷺ کیلئے کوئی خاص قسم کی موت لکھی تھی کہ اس کا اس خصوصیت سے تذکرہ کیا جا رہا ہے؟ ثانیاً "میرے ماں باپ آپ پر قربان" عربوں کے محاورات میں یہ جملہ کیا اموات محضہ کے لئے بھی آتا ہے یا اس کے لئے جو من وجہ حیات لازم ہے؟ ثالثاً یہاں جمع موتتین میں دو موتوں سے کیا مراد ہے؟ ہم یہاں صرف تیسرے مبحث کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

موتتین کا مفہوم

لا یجمع اللہ علیک موتتین (اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا)۔اس کی شرح میں مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔پس فکر و نظر سے ان کا جائزہ لینا چاہیے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ارشادِ صدیقی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کے لئے تھا، کیونکہ اگر آپ ﷺ کی اس صورتِ پیش افتادہ کو موت نہ کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ آپ پر موت پھر کبھی آئے گی اور اس طرح گویا کہ آپ پر دو موتیں وارد ہوئیں ،اس کی نفی کرتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ پر ورودِ وفات ثابت فرمایا۔

جواباً عرض ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد" لا یجمع اللہ علیک موتتین" کا یہ مفہوم ہرگز نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے خیال کے مطابق اگر اس صورتِ پیش اُفتادہ کو موت نہ کہا جائے اور اس لزوم کو بھی مان لیا جائے کہ اس صورت میں آپ پر پھر کبھی ورودِ وفات ہوگا تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق حضور ﷺ پر دو موتیں جمع ہو رہی ہیں جس کی تردید کی ضرورت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی؟ اس لئے کہ جب پہلی صورت ان کے خیال میں موت ہی نہیں، تو پھر آئندہ کے ورود موت سے دو موتوں کا اجتماع کیسے لازم آیا؟ اور اگر پہلے ورود موت ہو چکا ہے، تو پھر اس پر یہ لزوم کیسے لایا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں آپ ﷺ پر موت پھر کبھی آئے گی۔

لا یجمع اللہ علیک موتتین ۔ تو یہ اسی ذہن پر کچھ اثر ڈال سکتا ہے، جو پہلے ورود موت کا قائل ہو اور صورتِ پیش اُفتادہ کو موت یقین کر رہا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس پہلی ہی وفات کے قائل نہ تھے۔ پس ان کے خیال کے مطابق پھر کبھی موت واقع ہونے سے دو موتوں کا اجتماع ہرگز لازم نہیں آتا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی تردید فرما رہے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی موت ہی کے قائل نہیں تو ان کی تردید کے لئے یہ جملہ مذکورہ کیسے کارفرما ہوسکتا ہے۔ اس جملۂ بلیغہ کا مطلب یقیناً وہی ہے،

انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا سب کو قبر میں دوبارہ موت آتی ہے

شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اراد بالموتتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وھما الموتتان المعروفتان المشھورتان فلذالك ذکرھما بالتعریف وھما موتتان الواقعتان لکل احد غیر الانبیاء علیھم السلام فانھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء واما سائر الخلق فانھم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیمۃ ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیوۃ وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء۔

(عینی شرح بخاری ۷/۶۰۰)

ترجمہ: دو موتوں سے مراد ایک اس دنیا کی موت اور دوسری قبر کی موت ہے اور یہ

دونوں موتیں تعلیمات اسلام میں معروف ہیں اور اسی لئے انہیں معرفہ ذکر کیا گیا ہے، یہ دونوں موتیں انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی ہر ایک انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور میں دوسری موت نہیں آتی، بلکہ وہ وہاں زندہ رہتے ہیں، ان کے علاوہ باقی عام لوگوں پر (سوال وجواب کے بعد) پھر قبر میں ورود موت ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہیں زندگی قیامت کو ملتی ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہی ہے کہ ماسوائے انبیاء علیہم السلام کے باقی سب کے لئے قبر میں موت وحیات دونوں ہیں پس ہر کسی نے دو موتوں کا ذائقہ چکھنا ہے۔

انبیاء کرام کو قبر میں موت نہیں آتی

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ منکرینِ حیات کا جواب دیتے ہوئے ایک جواب کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا و الانبياء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتتين حيث قال لا يذيقك الله الموتتين اي المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياء ۔(فتح الباری پ ۱۴ رص: ۳۶۴)

ترجمہ: احسن جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی قبر شریف میں ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ ارشاد نبوت میں موتتین کو الف لام سے لایا گیا ہے پس یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء کے سوا باقی ہر انسان پر وارد ہوتی ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ نور الحق محدث دہلوی شارح بخاری ابن شیخ محقق علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

لا یذیقك الله الموتتين ابدا۔ یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی بود از آں کہ وی رضی اللہ عنہ، دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلماناں کہ در وقتِ سوال منکر ونکیر زندہ می کنند آں ہا را بازی میرانند، چنانکہ در تفسیر احییتنا اثنتین وامتنا اثنتین گفتہ اند۔

(تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ۳/ ۲۱۵)

پھر ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

"قول مختار مقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء علیہم السلام بعد از اقتِ موت زندہ اند بحیاتِ دنیوی۔ (تیسیر القاری ۳/ ۲۶۲)

ترجمہ: ارشاد نبوت کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا اس کا مطلب یہی ہے کہ وفات شریفہ وارد ہو جانے کے بعد پھر آپ ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں، باقی عام مسلمان منکر ونکیر کے سوالات کے لئے اپنی اپنی قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور پھر ان پر قبر میں دوبارہ ورودِ موت ہوتا ہے۔

دوسری موت عامۃ الناس کو سوالات کے جوابات کے بعد آئے گی

پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"موت دوم آنست کہ سائر الناس را در قبر بعد از سوال منکر ونکیر خواہد بود وایں

جواب موافق جمہور علماء است کہ قائل اند بحیات سائر انبیاء در عالم برزخ وبایں معنی ناطق است آثار واحادیث چنانکہ بر متتبعان پوشیدہ نیست وایں قول نزدِ ما احسن اقوال است۔"

(تیسیر القاری کتاب المغازی ۴/۲۱۷)

ترجمہ: دوسری موت وہ ہے جو عامۃ الناس کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے بعد پھر دوبارہ آئے گی۔ یہ جواب جمہور علماء کے فیصلے کے مطابق ہے، وہ عالم برزخ میں تمام انبیاء کی حیات کے قائل ہیں۔ اسی معنی کی تائید میں آثار واحادیث وارد ہیں۔ چنانچہ تتبع کرنے والے اہل تحقیق پر یہ مخفی نہیں اور ارشاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام اقوال سے بہتر ہے جو اس کی تشریح میں کہے گئے ہیں۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوسری موت کبھی نہیں آئے گی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کی شرح اسی طرح کرتے ہیں:

"مراد آنست کہ نمی میرد بموت دیگر در قبر ہمچو دیگراں کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال باز میرانیدہ می شود وظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروے وبعد از جریان سنت الٰہی براذاقت موت وزندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی ومستمر خواہد بود وممات برآں طاری نخواہد شد۔ پس ایں سخن اشارہ است بحیات آن حضرت۔

(مدارج النبوت ۲/۴۹۰)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر منور میں دوسری موت بالکل نہ چکھیں گے، دوسرے

عام لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور پھر ان پر دوبارہ ورودِ موت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی ایک دفعہ لذتِ وفات چکھنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد آپ ﷺ حیاتِ دائمہ سے زندہ ہیں۔ آپ ﷺ پر پھر کبھی آثارِ موت ظاہر نہ ہوں گے۔ اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اشارہ مسئلۂ حیات النبی ﷺ کی طرف ہی تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ صحیح بخاری کے شارحین علامہ عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ نور الحق اور دوسرے اکابر محدثین نے موت ثانیہ سے قبر کی موت ہی مراد لی ہے، دوسرے احتمالات عقلاً اور نقلاً صورتِ حال پر قطعاً چسپاں نہیں ہوتے۔ لا یجمع اللہ علیك موتتین کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ موتِ ثانی، جس سے مراد قبر کی موت ہے انبیاء پر ہرگز طاری نہ ہوگی۔ وہ موت کی لذت شناسی کے بعد ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فراست پر قربان! وفات النبی ﷺ کا اعلان بعد میں فرمایا: پہلے حیات بعد الوفات پر اشارہ فرما دیا، تاکہ وقوعِ موت کی صراحت سے کہیں حیاتِ ثانیہ کی نفی لازم نہ کر لی جائے۔ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری بھی صحیح بخاری کے حاشیہ پر اہل سنت کی طرف سے منکرینِ حیاتِ قبریہ کا اسی طرح جواب دیتے ہیں:

والاحسن ان یقال ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم۔

(حاشیہ بخاری ۱/۵۱۷)

ترجمہ: بہترین جواب یہی ہے کہ ایک دفعہ موت چکھنے کے بعد حضور انور کی حیات ایسی ہے کہ پھر اس پر کبھی موت نہ آئے گی اور آپ ﷺ دائمی طور پر انبیاء کی طرح اپنے روضہ میں قائز الحیات رہیں گے۔

غور فرمایئے! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور فطرتِ نبوت کی مزاج شناسی کہاں تک پرواز کر رہی ہے، کتنی بڑی بات آپ نے ایک جملے میں ارشاد فرمادی اور کس شان سے آپ کے لئے حیات بعد الوفات کا اثبات فرمایا۔ جامعیت شان اور بلاغت بیان نے جس طرح یہاں سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے، اس کی نظیر کلامِ عرب میں شاید ہی کہیں ملے۔

ورودِ وفات کا پہلا اعلان بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی کیا تھا احساس نزاکت پر قربان جایئے کہ وفات کا اس وقت تک اعلان نہیں فرمایا جب تک کہ اس کے ساتھ ہی بعد الوفات کی حیات کا اثبات نہیں فرمادیا۔

انبیاء کرام پر دوسری موت وارد نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے

پیش نظر رہے کہ لا یذیقک اللہ الموتتین ابدا کی شرح میں شیخ الاسلام حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اجلۂ محدثین نے حیات فی القبر کے جس مسئلے کو بیان فرمایا ہے، اسے صرف اپنی رائے یا اپنا نظریہ یا صرف اپنی ہی توجیہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے پورے اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے، جس کا انکار خروج عن اہل السنۃ ہے۔

ومذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان فی القبر حیٰوۃ وموتا فلا بد من ذوق الموتتین لکل احد غیر الانبیاء۔

(عینی ۲۰۰/۷)

ترجمہ: پورے اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں، ہاں انبیاء کرام علیہم السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ "حیوۃ فی القبر" کے منکرین اہل سنت میں سے نہیں اور انہیں جواب دینا اہل سنت کے ذمہ ہی ہوتا ہے۔

قد تمسك به من انکر الحیٰوۃ فی القبر واجیب عن اھل السنۃ ......ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیا۔

(فتح الباری ۲۲/۷)

حیاۃ فی القبر کے منکرین کبھی کبھی اس خطبہ صدیقی ہی کو اپنا استدلال بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ان کے لئے اہل سنت کی طرف سے یہی جواب ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔انہیں وہاں پھر موت کبھی نہیں آئے گی۔

خطبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

رہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ تو اس کا بھی یہی مقصد ہے اور ابانۃ الروح عن الجسد کے معنی میں حضور ﷺ کے لئے اس میں موت کا بیان ہے۔ہم نے جس حیات کو روح کے بغیر ثابت مانا ہے،اس کی نفی کہاں کہاں وارد ہوئی ہے۔پھر یہ کہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

لن یجمع اللہ علیك موتتین (اے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔) (قسطلانی ۶/۲۷۰)

وصیت سیدنا صدیق اکبر اور عقیدۂ اہلسنت کی وضاحت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت جو انہوں نے اپنے وصال سے قبل فرمائی تھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو قبر انور میں زندہ مانتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۵ پر فرماتے ہیں:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے سامنے رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ تب مجھے حجرہ مبارکہ میں دفن کرنا ورنہ عام مومنین کے قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حجرہ مبارکہ کے سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی: ادخلوا الحبیب الی الحبیب ۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی حیاۃ بعد الممات کے قائل نہ ہوتے تو ان کی وصیت کے کیا معنیٰ ؟

حیاتُ النبی اور عقیدۂ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تو آپ کے سامنے واضح ہو چکا، اب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعتقاد بھی ملاحظہ کیجئے۔ پہلے اس اصولی مسئلے کو پیش نظر رکھیے:

یا ایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔

(القرآن الکریم ۴۹/۲)

اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور آپ ﷺ کے سامنے اس قدر آواز بلند نہ کیا کرو۔ جیسے کہ ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

یعنی حضور ﷺ کی مجلس میں یا آپ ﷺ کے سامنے اس طرح آواز نہ نکالو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے سے چہک کر یا تڑخ کر بات کرتے ہو، آپ ﷺ کے سامنے دبی آواز سے بات کرنی چاہیے، مبادا بے ادبی ہو جائے اور تمام اعمال ضائع ہو جائیں۔

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی ۔

(القرآن الکریم ۴۹/۳)

ترجمہ: جو لوگ آپ ﷺ کے پاس پست آواز سے بولتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے چن لیا ہے۔

اکابر اہل سنت اور جمہور مفسرین کا اجماع ہے کہ ورود وفات کے بعد یہی حکم قرآنی روضۂ اطہر کے پاس کامل ادب واحترام ملحوظ رکھنے کا متقاضی ہے۔ مسجد نبوی کی حدود میں شرعی ضروریات کے علاوہ آواز ہمیشہ پست رہے۔ دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''جو شخص آپ کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔''

(فوائد القرآن ص: ۱۶۹)

دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

''آں حضرت ﷺ حیات ہیں، لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حدود میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے، اس کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔''

(تذکرۃ الخلیل: ۳۰۶)

ترجمان دیوبندیت مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے۔ یارسول اللہ من فلان بن فلان یتشفع بك الی ربك۔''

(زبدۃ المناسك ادارہ اشرفیہ لاہور ص: ۹۱)

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور تعظیمِ روضہ رسول

عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتنی بهذین فجئته بهما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ۔

(صحیح بخاری ۱/۶۷)

ترجمہ: سائب بن یزید کہتے ہیں، میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری

ماری، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اُن سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں (جس کے سامنے آپ کا روضہ منورہ ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ کی نسبت سے نکیر کرنا اسی لئے تھا کہ وہاں آپ کا روضہ اطہر ہے، جس طرح آپ ﷺ کی اس دنیاوی زندگی میں آپ ﷺ کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے روضہ منورہ کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری سے زندہ ہیں حدود مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط کے خود سنتے ہیں۔

یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس نکیر کا منشا یہ "اصل" ہے کہ مسجد میں آوازیں بلند کرنا جائز نہیں، پھر جس شان اور مقام کی یہ مسجد ہوگی اسی درجے کا یہ حکم ہوگا کہ اس میں آواز بلند کی جائے اور اس کی خلاف ورزی اسی درجہ کا جرم قرار پائے گی۔

اولاً...... اس لئے کہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس اصل کو منشائے نکیر نہیں فرمایا۔

ثانیاً...... علمائے ثقات اور ائمہ سلف ہمیشہ اس روایت کو ان آداب میں ذکر کرتے آئے ہیں، جو حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری سے متعلق ہیں۔ کما نقل عن مالک الامام وغیرہ من الائمۃ الاعلام۔

ثالثاً ...... اس صورت میں مسجد کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت محض تشریفِ مسجد کے لئے ہوگی، حکم نکیر براہِ راست اس اضافت سے متعلق نہ ہوگا، حالانکہ حضرت فاروقِ اعظم نکیر ہی ان الفاظ سے فرما رہے ہیں۔ پس اس میں تاویل مذکور یقیناً ''صرف عن الظاہر'' درست نہیں۔

رابعاً...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نکیر پر دلیل پیش نہیں فرمائی بلکہ اس اضافت ہی کو دلیل کے انداز میں بیان فرمایا ہے اگر محض احترام مسجد ہی مقصود ہوتا تو اس پر دلیل بھی بیان فرمادی ہوتی اس لئے کہ یہ مسئلہ اس سطح پر بھی نظری ہی تھا، ہاں احترامِ دربارِ رسالت نص قرآن اور واضح تعامل کے پیش نظر ضرور یہ درجہ اختیار کر چکا تھا کہ اسے دلیل میں لائے بغیر ہی منشائے نکیر کے طور پر بیان کیا جاسکے۔

خامساً ...... محض احترامِ مسجد کو نظر انداز کرنا قابل اخراج عن المسجد تو ہوسکتا ہے۔ (فعلہ عبد اللہ بن مسعود کما رواہ الدارمی فی سننہ) لیکن اسے قابلِ سزا قرار دینے کا قول سلف میں سے کسی نے نہیں کیا، ہاں آدابِ رسالت ﷺ کو نظر انداز کرنا اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ضرور قابلِ سزا رہا ہے اور یہاں ایجاع (سزا دینے) کا ذکر ہے۔ اخراج کا نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں رسول کائنات ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود نہ سن رہے ہوتے، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے قرآنی حکم کو اس انداز میں کبھی نہ بیان فرماتے۔ حدودِ مسجد تک بلند آواز نکالنے کو قابلِ سزا قرار دینا اس حقیقت کا پتہ دیتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول

اللہ ﷺ کو اپنے روضۂ اطہر میں قائز الحیات، زندہ اور مدرک الاصوات سمجھتے تھے۔ پیش نظر رہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس کی صحت اور تقریب ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد ہے۔

تائیدِ مزید

فقد روی عن ابی بکر الصدیق قال لا ینبغی رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا وروی عن عائشة انها کانت تسمع صوت الوتد یوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطنبة بمسجد رسول اللہ ﷺ فترسل الیهم لا توذوا رسول اللہ ﷺ قالوا وما عمل علی بن ابی طالب مصراعی داره الا بالمناصع توقیا لذالك هکذا رواه الحسینی فی اخبار المدینة وهذا مما یدل علی انهم کانوا یرون انه حی۔

(شفاء السقام ص: ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں۔ نہ وفات سے پہلے، نہ وفات کے بعد۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں، تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تا کہ ان کا شور حضور ﷺ کو اذیت نہ دے) ان تمام تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے روضۂ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ آتے تو سب سے پہلا کام، جو آپ کرتے، وہ آپ ﷺ کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے۔

''اول کارے کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء کرد سلام پیغمبر بود، ﷺ''۔

(جذب القلوب ص:۲۰۰)

حیات النبی اور عقیدۂ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ بہتر یہ ہے کہ آپ شام چلے جائیں وہاں کی افواج مضبوط ہیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''روا ندارم کہ از دار الہجرت خود مفارقت کنم ومجاورت رسول خدا ﷺ بگذارم۔'' (جذب القلوب ص:۱۸۸)

ترجمہ: میں اسے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنے دار الہجرت کو چھوڑ جاؤں اور (یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ) حضور کی ہمسائیگی چھوڑ دوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے روضۂ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔ اگر وہاں جسد اطہر محض بے حس و بے شعور ہوتا اور روح اس سے بالکل جدا ہوتی، تو پھر اس قرب کا آخر کیا فائدہ تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسا قرب کسی لذت کا سامان نہیں ہو سکتا۔ چہ جائے کہ اس پر جان قربان کر دی جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شام نہ گئے اور مجاورت رسول ﷺ میں وہ لذت اٹھائی کہ اس پر جان قربان کر دی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حیات النبی اور عقیدۂ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من زار قبر رسول اللہ ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ۔

(جذب القلوب ۱۸۰)

ترجمہ: جو حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے پاس حاضر ہو وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوتا ہے۔

اگر حضور انور ﷺ کی روح اقدس آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے مفارق اور بالکل بے تعلق ہوتی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خصوصیت کے ساتھ قربِ روضہ مطہرہ کو ہمسائیگی رسول ﷺ ہرگز قرار نہ دیتے۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح حضور اکرم ﷺ کو اپنے روضۂ اطہر میں زندہ یقین کرتے تھے۔

دیوبند کے سرخیل مولوی اشرف علی تھانوی کے بقول:

"مدینہ منورہ جانے والا یہ نہ کہے کہ میں نے حضور انور ﷺ کی قبر کی زیارت کی بلکہ یوں کہے کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ کیوں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں۔"

(وعظ التہلیلۃ نمبر ۳ جمادی الاولیٰ ۷ھ۳)

علماء کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعتقاد کی علت اسی حقیقت کو قرار دیا ہے:

اذ ھو حی فی قبرہ یصلی فیہ۔

(زرقانی ۸/۲۰۳)

''کہ حضور اپنے روضۂ اطہر میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔''

وما عمل علی بن ابی طالب مصراعی دارہ الا بالمناصع توقیا لذالک۔

(شفاء السقام ص ۱۶۳)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے گھر کے دروازے مدینہ میں ایک باہر کی جگہ میں بنوائے تا کہ کواڑ بننے کا کہیں شور پیدا نہ ہو اور حضور ﷺ کو اذیت نہ ہو۔

نامور دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے:

''فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت اور مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔''

(فتاوی رشیدیہ ۱/۱۰۰)

بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے بھی آیت شریفہ میں ''جاءوک'' (گناہگار آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں) کو عام رکھا ہے، لکھتے ہیں:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

(القرآن الکریم ۴/۶۴)

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ ﷺ کا وجود باوجود تربیت تمام امت کیلئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا، جب ہی متصور ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔''

(آبِ حیات ص: ۳۹)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ، ابوالنجار، ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حرب بلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (القرآن الكريم ۴/۶۴)

میں آپ ﷺ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ ﷺ کے وسیلے سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔

(نشر الطیب ص: ۲۱۹)

فثبت ان حكم الاية باق بعد وفاته ﷺ۔

(اعلاء السنن ۱۰/۳۳۰،۳۲۹)

ترجمہ: ثابت ہو چکا ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات شریفہ کے بعد بھی باقی ہے۔

یہ تحقیق اپنے مقام پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس آیت کا حکم حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

اعرابی کی حکایت مذکورہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ طبع مصر) میں شیخ ابوالمنصور صباغ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل فرماتے ہیں اور یہی واقعہ تفسیر مدارک (جلد ۱ صفحہ ۳۹۹ مطبوعہ مصر) میں بھی موجود ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جمیع از بابِ مذاہب اربعہ کہ تصنیف مناسکِ حج کردہ اند، ایں حکایت را آوردہ واستحسان نمودہ وبسیارے از ائمہ اعلام باسانیدے کہ دارند روایتِ آں کردہ۔''

(جذب القلوب: ۱۹۵)

ترجمہ: چاروں مذہبوں کے علماء نے، جنہوں نے مناسک حج پر تصنیفات کی ہیں اس حکایت کو بیان کیا ہے، اس کی تحسین کی ہے اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ممکن ہے محمد بن حرب کی یہی روایت دراصل حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہو، اختصار کے باعث محمد بن حرب سے اوپر کی سند حذف ہوگئی ہو اور ''محمد بن حرب'' پر اعتماد کے سبب اس کا ذکر ضروری نہ سمجھا گیا ہو۔ ہم نے اس روایت کو صرف تائید مفہوم اور آیتِ شریفہ کے بیان عموم کے لئے نقل کیا ہے، مستقل استدلال مقصودِ نظر نہیں۔

حیات النبی اور عقیدہ صدیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا

علامہ سبکی نقل فرماتے ہیں:

روی عن عائشة انها كانت تسمع صوت الوتد يوتد والمسمار يضرب فى بعض الدور المطنبة بمسجد رسول الله ﷺ فترسل اليهم لا تؤذوا رسول الله ﷺ۔ (شفاء السقام ص: ۱۶۳)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ان گھروں سے جو مسجد نبوی سے متصل تھے کسی میخ یا کیل لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور ﷺ کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو۔

وکذالك فی شرح العلامة الزرقانی (جلد ۸/۳۰۴ مصر)

عن عائشة قالت كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله ﷺ وانی واضع ثوبی واقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر رواه احمد۔

(كذا فی المشكوة ص:۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں کہ رسول اللہ ﷺ تھے، چادر کھلے داخل ہو جایا کرتی تھی، مجھے یہی خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم، میں وہاں پردے ہی سے جایا کرتی تھی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں نہیں کہا کہ میں اس حجرے میں داخل ہوتی تھی، جس میں کہ رسول اللہ ﷺ کا بدن میت مدفون تھا، بلکہ یوں فرما رہی ہیں "جس میں کہ رسول اللہ ﷺ تھے"۔

نبوت و رسالت کے لئے ادراک اور شعور لازم ہے۔ اگر ذات مدفون محض بے حس و بے شعور ہو تو پھر اسے رسول اللہ (ﷺ) بھی نہیں کہا جا سکتا اور اگر کہنا ہی ہو، تو حکمی طور پر کہنے سے چارہ نہیں، حقیقی اعتبار سے بے حس و بے شعور ذات مدفون کو

ہرگز رسول اللہ (ﷺ) کہنے کی گنجائش نہیں، فقط روح اقدس کے لئے تو لفظ ''رسول اللہ'' کے اطلاق کے لئے تاویل ہو سکتی ہے۔ روح اقدس اور جسم اطہر کے مجموعہ پر بھی یہ اطلاق بلاریب صحیح ہے۔ لیکن فقط بدن، جس میں ادراک وشعور دونوں منفی ہوں اس پر حقیقی اعتبار سے اطلاقِ رسول قطعاً محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضور انور ﷺ کو آپ ﷺ کے روضۂ اقدس میں زندہ یقین کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماعِ موتی سے انکار مشہور ہے۔ مگر یہاں نہ صرف اس کا استثناء ہے، بلکہ رویتِ بصری بھی ثابت کی جارہی ہے۔ ہاں پردے کی چادر کا چونکہ مقصود ہی ستر وحیا اور پردے کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے اس کی کثافت باقی رہنے دی جاتی تھی۔ لہذا جس طرح قبور شریفہ کی پاک مٹی سے یہ انکشافات جاری ہیں، پردے کی چادر سے ایسا نہ ہو اور اس کا مقصود باطل ہو کر نہ رہ جائے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک کسی چیز کو قائم رکھتا ہے۔ اس کا مقصود ضائع نہیں فرماتا، ہاں ضمنی حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ قبر کا مقصودِ وجود ذات مدفون کو عامۃ الناس سے پردے میں کرنا ہوتا ہے، عامۃ الناس کو ذاتِ مدفون سے پردے میں لانا نہیں ہوتا۔ ایسا اگر ہو، تو ضمناً ہوتا ہے۔ پس اگر ذاتِ مدفون کو پردۂ قبر میں سے باہر کا انکشاف ہو رہا ہو اور باہر والے اسے اعادۃً نہ دیکھ سکیں تو اس سے مقصود وجود باطل نہیں ہوتا اور پردۂ چادر کا چونکہ مقصودِ وجود ہی اوڑھنے والے کو پردے میں لانا ہے، اس لئے انکشافات کی حدود اگر اس کے پار نہ ہو سکیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر یوں لکھا ہے:

اوضح دلیل علی حیاۃ المیت وعلی انہ ینبغی احترام القبور عند زیارۃ مہما امکن لاسیما الصالحون بان یکون فی غایۃ الحیاء والتادّب بظاھرہ وباطنہ۔

(ص:۱۵۴)

ترجمہ: یہ حدیث حیات میت پر بہت واضح دلیل ہے اور اس پر کہ قبور شریفہ کا احترام جہاں تک ممکن ہو سکے کیا جائے، خاص طور پر صالحین کی قبور کے سامنے بہت ادب وحیا ملحوظ رہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس تعامل سے نہ صرف آپ کی حیات طیبہ اور آپ ﷺ کے حواس کے روشن ہونے کا پتہ چلتا ہے، بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیاتِ اقدس اور ان کے حواس کے روشن ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ والی مدینہ تھے ، ایک دفعہ آپ ﷺ کے روضہ اقدس کی دیوار خستگی کی وجہ سے کچھ کھل گئی تو ایک قدم نظر آیا۔ لوگ بہت گھبرائے۔ یہاں تک کہ:

جاء سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب وعرّف الناس انہا قدم جدہ عمر بن الخطاب۔

(مختصر تذکرہ قرطبی ص:۳۰)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ ان کے دادا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک تھا۔

حیات النبی اور عقیدہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر

حدثنا ابومعاویة عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر انہ کلما اراد ان یخرج دخل المسجد فصلی ثم اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیك یارسول اللہ ،السلام علیك یا ابابکر ، السلام علیك یا ابتاہ ثم یاخذ وجھہ ، وکان اذا قدم من سفر یفعل ذلك قبل ان یدخل منزلہ۔

(المصنف لابن ابی شیبة ۳۸/۴)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی میں آتے ،نماز پڑھتے اور پھر روضۂ انور پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یارسول اللہ!السلام علیک یاابا بکر!اور السلام علیک اے اباجان! پڑھتے اور پھر اپنے منہ کو تھام لیتے اور جب سفر سے واپس ہوتے ،تو اپنے گھر جانے سے پہلے پھر اسی طرح سلام عرض کرتے۔

اخرجہ عبدالرزاق ایضا بسند صحیح۔

(وفاء الوفاء للسمہودی ۴۱۰/۲)

''عبدالرحمٰن باسناد صحیح می آرد کہ ابن عمر چوں از سفر قدوم می آرد اول بقبر شریف می رسید و می گفت السلام علیک یارسول اللہ!

(جذب القلوب ص:۲۰۰)

وراجع لہ الموطا للامام محمد ص:۳۹۶

عن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر رایتہ فی الیوم مأة مرة واکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علیك۔

(منتھی المقال ص:۷۳)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا وہ روضۂ اطہر پر سلام عرض کرتے تھے۔ میں نے ایک ایک دن میں انہیں سو سو دفعہ، بلکہ اس سے بھی زائد بار قبر شریف پر آتے اور السلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے دیکھا۔

دیوبند کے نامور عالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی یہی صیغے سلام کے لکھے ہیں:

السلام علیك یارسول اللّٰه، السلام علیك یاخیر خلق اللّٰه السلام علیك یاحبیب اللّٰه۔

(زبدۃ المناسك ص: ۹۰)

انبیاء کرام کے علاوہ بعض دوسرے مقربین کے اجسام بھی قبروں میں محفوظ ہیں

۱...... جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں مدینہ منورہ میں ایک نئی نہر کھدوانے کا حکم دیا تو اس کی گزرگاہ میں اتفاق سے قبرستانِ اُحد آتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان مدفونین کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔ جب قبریں کھولیں گئیں تو شہدائے اُحد اپنی اصلی حالت پر بالکل تر و تازہ تھے۔ کھودتے ہوئے اتفاق سے ایک کدال حضرت حمزہ کے پاؤں کے قریب جا لگی، اسی وقت خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ جنگِ اُحد سے قریباً ۵۰ سال بعد کا ہے۔

۲...... بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت خزاعیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کیا:

السلام علیك یاعم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

وہاں سے جواب آیا:

"علينا وعليكم السلام ورحمة الله"۔

۳.....حضرت عمرو بن جموح انصاری عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما بھی شہداء اُحد میں سے تھے۔ جب سیلاب نے ان کی قبروں کو کھول ڈالا، تو یوں معلوم ہوتا تھا، گویا کہ کل دفن کیے گئے ہیں۔ جنگِ اُحد اور اس واقعۂ سیلاب کے مابین ۴۶ سال کا فرق تھا۔

فوجدا لم يتغيرا كانهما ماتا بالامس وكان احدهما قد جرح فوضع يده على جرحه فدفن وهو كذالك فاميطت يده عن جرحه ثم ارسلت فرجعت كما كانت۔

(مؤطا امام مالك ص:۱۷۷)

ترجمہ: پس ان دونوں کو اس طرح پایا گیا گویا کہ وہ ابھی کل ہی فوت ہوئے ہیں دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تھا اور اسی طرح انہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ پس جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر چھوڑ دیا گیا، تو وہ وہیں آ گیا، جہاں کہ تھا۔

۴.....حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزارات دریائے دجلہ کے کنارے تھے۔ آج سے ساٹھ ستر برس کا پہلے کہ دریا زمین کاٹتا ہوا ان مزاراتِ مقدسہ تک پہنچنے لگا، حکومتِ عراق نے حکم دیا کہ ان مزاراتِ شریفہ کو یہاں سے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں منتقل کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ نو دس ہزار آدمی ان کے مزارات کی منتقلی میں شامل ہوئے۔ ان شاملین میں سے ایک صاحب سید الطاف حسین بیان کرتے ہیں:

"قبر سے نکلے ہوئے جنازوں کی موجودگی اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی بالکل صحیح سالم تھیں، صرف کفن بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ۔"

(ملخصاً صدق لکھنو ۱۱ ستمبر ۱۹۳۳ء)

ورد النص فی کتاب اللّٰہ فی حق الشہداء انہم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیہم متعلقۃ بالجسد۔

(نیل الاوطار ۳ر ۲۱۱)

شہدائے کرام کے حق میں نص قرآنی وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق بھی ملتا ہے اور یہ کہ ان کی حیات جسمانی ہے۔ (خواہ ہمارے ادراک سے بالا ہی کیوں نہ ہو)

شہدائے کرام کی قبور کھلنے پر اگر ہمیں ان کے حرکت و عمل پر اطلاع نہیں ہوتی اور ہم انہیں عبادت کرتا ہوا محسوس نہیں کر سکتے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری آنکھوں میں وہ قوت نہیں کہ ہمیں ان کے مصروف بالعبادت ہونے کا ادراک ہو سکے، یہ نہیں کہ وہ ذواتِ مدفونہ ہی معطل عن الافعال ہیں۔ پردۂ برزخ اس ادراک لطیف میں حائل ہوتا ہے۔ ہاں، اللہ تعالیٰ جب کسی کے لئے اس عالم سے پردہ اٹھادے تو وہ اِس عالم میں ہوتے ہوئے بھی اُس عالم کے بہت سے حالات مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

حیات النبی اور عقیدۂ میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ برقبته وقال اتدری ما تصنع قال نعم فاقبل علیه فاذا هو ابوایوب الانصاری فقال جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

(مستدرک مع تلخیص ۵۱۵/۴۔مسند امام احمد ۴۲۲/۵۔مجمع الزوائد ۵/۴)

ترجمہ: ایک دن مروان آیا اس نے قبر انور پر ایک شخص کو اپنا چہرہ رکھے ہوئے دیکھا، مروان نے اس شخص کو گردن سے پکڑ کر کہا تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، جب اس شخص نے چہرہ اٹھایا تو وہ مشہور صحابی رسول ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

اس حدیث کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیح الاسناد۔

مشہور نقاد حافظ ذہبی اس حدیث کو تلخیص میں نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

صحیح ۔(مستدرک مع التلخیص ۵۱۵/۴)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

لم یضعفه احد ۔(مجمع الزوائد ۵/۴)

ترجمہ: یعنی اس حدیث کی کسی نے بھی تضعیف نہیں کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روضۂ اطہر میں نبی اکرم ﷺ کو پتھر نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے تو ارشاد فرمایا:

جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد دیو بند کے نامور عالم ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

فثبت ان حکم الاية باق بعد وفاته ﷺ فمنبغي لمن ظلم نفسه ان يزور قبره ويستغفر الله عنده واستغفر له الرسول ۔

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیتِ کریمہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے، پس جو شخص بھی اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے اس کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرے، اور قبر انور کے پاس اللہ سے بخشش طلب کرے (دعائے مغفرت کرے) تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کے لئے سفارش فرمائیں۔

(اعلاء السنن ۱۰/۳۹۳)

بانی دارالعلوم مولوی قاسم نانوتوی دیو بندی لکھتے ہیں:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (القرآن الکریم ۴/۶۴)

اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو، آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے۔

(آبِ حیات از مولوی محمد قاسم نانوتوی، ص: ۴۰)

حیاتُ النبی ﷺ اور عقیدۂ حضرت بلال بن حارث المزنی

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پیدا ہوگیا تو ایک صحابی جن کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی ہے نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ آپ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمایئے، تو نبی کریم ﷺ حضرت بلال بن حارث المزنی کو خواب میں ملے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ میرا اسلام کہو اور کہو بارش ہو جائے گی۔

(فتح الباری ۲/۴۹۵)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

ھذا اسناد صحیح ۔(البدایہ والنہایۃ ۷/۹۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔

(جذب القلوب مترجم ص:۲۳۸)

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ خلفائے راشدین کے عقائد قدسیہ، ام المؤمنین کے عملی فیصلے اور صحابہ کرام کے نظریات یکے بعد دیگرے آپ کے سامنے آچکے ، ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ حضور انور ﷺ اپنے روضہ اطہر میں فائز الحیات ہیں اور دور نزدیک سے عرض کیے گئے صلوٰۃ وسلام کو خود سنتے ہیں۔ احادیث اربعہ اور خلفاء اربعہ کے فیصلوں کے بعد اب ہم مسالک اربعہ کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب چہارم

حیات النبی اور مذاہب اربعہ

آیاتِ قرآن، احادیث رسول اور آثار صحابہ کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ ہمارے پیارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ زندہ وجاوید نبی ہیں۔اب ہم مذاہب اربعہ کی روشنی میں مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کو واضح کرتے ہیں۔

حیات النبی اور ائمہ مالکیہ

سیدنا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدنی ہونے کے اعتبار سے اس باب میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔آپ روضہ اطہر کے پاس ہی مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔

امیر المؤمنین ابوجعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلے میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین اتم کو کیا ہوا؟ اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا احترام وفات کے بعد بھی ویسا ہی ہے جیسا حالتِ حیات میں تھا، اس کے بعد ابوجعفر خاموش ہوگیا اور آنسو بہانے لگا۔

(نشر الطیب ص: ۲۱۰ مطبوعہ دیوبند وکذالک فی وفاء الوفاء ۲/۴۲۳ طبع مصر)

نقل عن الامام مالك انه كان يكره ان يقول رجل زرت قبر النبى قال ابن رشد من اتباعه ان الكراهة لغلبة الزيارة فى الموتى وهو ﷺ احياه الله تعالى بعد موته حياة تامة واستمرت

تلك الحيوة وهي مستمرة في المستقبل وليس هذا خاصة به ﷺ بل يشاركه الانبياء فهو حي بالحياة الكاملة مع الاستغناء عن الغذاء الحسي الدنيوي۔

(نور الایمان بزیارة آثار حبیب الرحمن ص:۱۴ وکذلك فی وفاء الوفاء ۱۴، ۱۳/۴)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ "میں نے حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کی"۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین میں سے ابن رشد اس کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ زیارت کا لفظ عام طور پر موتی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور حضور وفات شریفہ کے بعد اب بھی حیات تامہ کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپ ہی کا خاصہ نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وصف میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔ پس آپ ﷺ غذائے حسی دنیوی سے استغناء کے باوجود حیات کاملہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

علماء مالکیہ میں سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (جلد ۲۶۵/۵) امام ابوحیان اندلسی (بحر المحیط جلد ۲۸۳/۱) علامہ ابن الحاج، علامہ ابن رشد اندلسی اور ابن ابی جمرۃ وغیرہم من الکبار نے ان مسائل کا خوب تذکرہ کیا ہے۔

حیات النبی اور ائمہ شوافع

شوافع میں سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات انبیاء علیہم السلام کے عنوان پر مستقل تصانیف سپرد قلم کی ہیں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد حوالے مباحث حدیثیہ کے ضمن میں آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی

حقائق کی تصدیق فرمائی ہے۔

لطف یہ ہے کہ یہ اکابر خواہ مالکی ہوں، خواہ شافعی، کسی مقام پر بھی اس تحقیق کو اپنے فقہی مسلک کے تحت ذکر نہیں کرتے، بلکہ جہاں کہیں اس عقیدے کا ذکر آتا ہے وہاں اسے مسلک اہل سنت ہی کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

جمیع اکابر شافعیہ بھی مسلک رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے روضہ اطہر میں جو حیات حاصل ہے وہ حیات جسمانی ہے اور وہی جسد اطہر فائز الحیات ہے جو اس دنیا میں تھا۔

علامہ قونوی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی المسلک) کا تفرد اس بارے ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے استقرار قبر میں استمرار کے قائل نہیں، بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام دفن کے کچھ دن بعد اپنی قبور شریفہ سے اٹھا لئے جاتے ہیں اور ملأِ اعلیٰ میں استقرار پذیر ہوتے ہیں، لیکن اس حقیقت سے انہیں بھی انکار نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں ان کے اجساد کریمہ سے ہرگز جدا نہیں ہوتیں اور جہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے یہ دنیا والے جسم ہوں، وہیں انہیں حیات جسمانی حاصل ہوتی ہے۔ حیات جسمانی پر بہر صورت اجماع قائم ہے اور علمائے شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم کا "حیات فی القبر" پر جو اجماع ہے وہ ایک تفرد سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا۔

عندنا رسول اللہ ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیه اعمال الامة ویبلغ الصلوۃ والسلام۔

(طبقات شافعیہ ۲۲/۲۸۲)

ہمارے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ میں احساس و شعور موجود ہے۔ آپ ﷺ پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام بھی آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

حیاتُ النبی اور ائمہ حنابلہ

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ کی یہ تحقیق کہ حضور ﷺ اپنے روضہ اطہر کے قریب عرض کیے گئے صلوٰۃ وسلام کو خود بلاواسطہ سنتے ہیں۔ان کی اپنی تحریر سے باحوالہ بقید صفحہ ومطبع آپ کے سامنے آچکی ہے۔ابن قیم کی تصریحات بھی یکے بعد دیگرے آپ ملاحظہ فرما چکے۔

قال ابن عقیل من الحنابلة هو ﷺ حی فی قبره یصلی۔

(الروضة البهیه ص:۱۴ ، ومثله ما فی بدائع الفوائد لابن قیم)

ترجمہ: حنابلہ میں سے ابن عقیل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مزار اقدس میں زندہ ہیں، نماز ادا فرماتے ہیں۔

حیاتُ النبی اور ائمہ احناف

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں (آپ کی یہ کتاب ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے):

۱......ولما هو مقرر عند المحققین انه ﷺ حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔(نور الایضاح ص:۱۷۷)

ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ حضور انور ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ لذت بھی اٹھاتے ہیں، ہاں اتنی بات ہے کہ وہ ان نگاہوں سے پردے میں ہیں جو ان مقامات تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔

۲......مراقی الفلاح میں ہے:

ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی ﷺ ان یکثر الصلوۃ علیہ فانہ یسمعھا و تبلغ الیہ۔

(ص: ۴۰۵)

ترجمہ: جو شخص حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آئے، اسے چاہیے کہ کثرت سے درود عرض کرے، کیونکہ آپ ﷺ اسے خود سن رہے ہوتے ہیں اور (دور سے) آپ کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔

۳......طحطاوی شریف میں ہے:

(فانہ یسمعھا) ای اذا کانت بالقرب منہ ﷺ (وتبلغ الیہ) ای یبلغھا الملک اذا کان المصلی بعیداً۔

(طحطاوی ص: ۴۰۵)

ترجمہ: آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام کو اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جا رہا ہو اور فرشتے اُس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جا رہا ہو۔

انتباہ

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ فیصلہ اور پھر اسے مختار اور محقق قرار دینا اگر محل نظر ہوتا تو اس کے شارح اور پھر شرح کے شارح ہر مرحلے پر اس کی تصدیق و توثیق نہ کرتے آخر کسی مقام پر تو اسے نشانہ ضعف قرار دیا جاتا۔ جب ہر مرحلے پر اس کی تصدیق ہی تصدیق ہے، تو اس یقین سے چارہ نہیں کہ فقہ حنفی کا متفقہ نظریہ یہی ہے کہ حضور انور ﷺ اپنے روضہ اطہر میں جسمانی طور پر قائز الحیات ہیں اور قریب عرض کیے گئے صلوٰۃ وسلام کو خود بلا واسطہ سنتے ہیں۔

۴......محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تستقبل القبر بوجهك ،ثم تقول السلام عليك ايها النبي و رحمة الله وبركاته......وذالك انه عليه السلام في القبر الشريف المكرم على شقة الايمن مستقبل القبلة فليكثر دعاءه بذالك في الروضة الشريفة عقيب الصلوة وعند القبر ويجتهد في خروج الدمع فانه من امارات القبول وينبغي ان يتصدق بشيء على جيران النبي ﷺ ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة النبوية والقرب منها ......ثم يسئل النبي الشفاعة فيقول يارسول الله اسألك الشفاعة يارسول الله......الخ

(فتح القدیر ۲/۳۳۷)

ترجمہ: تم حضور انور ﷺ کی قبر شریف کے سامنے ہوکر السلام علیك ایها النبی ورحمة الله عرض کرو...... یہ اس لئے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں ، روضۂ شریفہ میں درود شریف کے بعد اور قبر کے پاس بکثرت سے دعا کرے اور آنسو آجانے کی حد تک زاری کرے، کیونکہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے اور چاہیے کہ روضۂ اطہر کے مجاورین پر کچھ صدقہ بھی کرے۔ پھر تو روتا ہوا آپ ﷺ کے قرب اقدس سے جدا ہونے کا غم ساتھ لیتے ہوئے واپس ہو...... پھر حضور انور ﷺ سے شفاعت کرنے کی التجا بھی کرے اور عرض کرے کہ یارسول اللہ! میں شفاعت کے لئے سوال عرض کرتا ہوں۔

۵......علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کا

حصہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ کو پہنچتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ حق قیادت اور قیام بامور العامہ کی بنا پر پہنچتا تھا اور اب آپ ﷺ کے بعد یہ انتظامیہ قیادت بصورت خلافت موجود ہے۔ احناف کے نزدیک آپ ﷺ کا یہ حق امامت پر مبنی نہیں بلکہ رسالت پر مبنی تھا۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نئے رسول کی آمد شرعاً نہیں پس حنفیہ کے نزدیک حصہ رسول وفات پیغمبر سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اس سے آگے یہ بحث چلتی ہے کہ رسول کی رسالت اس کی وفات پر ختم ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں صرف حکماً باقی ہوتی ہے حقیقۃً نہیں لیکن حق یہ ہے کہ وہ حقیقۃً باقی ہے یعنی حضور ﷺ اب بھی حقیقی طور پر رسول ہیں رسالت کو صرف حکماً باقی کہنا صحیح نہیں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

افاد فی الدر المنتقی انه خلاف الاجماع قلت وما نسب الی الامام الاشعری امام اهل السنة والجماعة من انکار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح فی کتبه وکتب اصحابه خلاف مانسبه الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیاء فی قبورهم وقد اقام النکیر علی افتراء ذالك ابوالقاسم القشیری۔

(رد المحتار باب المغنم ۳/۲۶۶)

مفہوم: در منتقی میں ہے کہ حضور ﷺ کہ رسالت آپ ﷺ کی وفات کے بعد اب بھی حقیقۃً باقی ہے اور اُسے صرف حکماً باقی کہنا خلاف اجماع ہے اور امام اہل سنت، امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو اس کا انکار منسوب ہے، وہ افتراء اور بہتان ہے۔ اشاعرہ کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریح موجود ہے

آپ ﷺ کی وفات کے بعد رسالت کا حقیقۃً باقی نہ رہنا اہل سنت کے بعض دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قبور میں زندہ موجود ہوتے ہیں۔

۶......علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انھم لا یموتون فی قبورھم بل ھم احیاء۔

(عینی شرح بخاری ۲۰۰/۷)

ترجمہ: یقیناً انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں مُردہ نہیں ہوتے بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

۷......امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الانبیاء احیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلوۃ من صلی علیھم۔

(مرقاۃ ۲۰۹/۲)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سن سکتے ہیں اس شخص کو جو ان پر درود پڑھے۔

المعتقد المعتمد انہ ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی۔(شرح الشفاء للعلی القاری ۱۴۲/۲)

ترجمہ: عقیدہ جس پر پورا اعتماد ہے، وہ یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انکی ارواح قدسیہ کو عالم علوی اور عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق بھی ہوتا ہے۔ جیسا تعلق انہیں اس دنیا میں بھی حاصل تھا۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب پنجم

حیات النبی اور اکابرین امت

امام شامی اور عقیدۂ اہل سنت

۱......امام شامی حنفی فرماتے ہیں:

ان الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام احیاء فی قبورهم۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجهاد ۱۵۱/۴)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۲......حضرت امام شامی ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

ان الانبیاء احیاء فی قبورهم۔

(رسائل ابن عابدین رسالہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم۔ ۲۰۲/۲)

ترجمہ: انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام سیوطی اور عقیدۂ اہل سنت

۳......حضرت امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلة فی ذلك وتواترت به الاخبار الدالة علی ذلك۔

(الحاوی للفتاوی رسالة انباء الاذکیاء ۱۴۷/۲)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی اپنی قبر میں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی

حیات ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارے پاس دلائل قائم ہیں۔ اور متواتر احادیث موجود ہیں جو کہ اس (حیاۃ الانبیاء) پر دلالت کرتی ہیں۔

۳......علامہ سیوطی مزید فرماتے ہیں:

باب حیاته ﷺ في قبره وصلاته فيه وتوكيل ملك بقبره يبلغه السلام عليه وردّه على من سلم عليه۔

ترجمہ: یہ باب اس بیان میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ایک فرشتہ آپ کی قبر پر موکل ہے جو کہ لوگوں کا سلام آپ کو پہنچاتا ہے اور ہر سلام کرنے والے کو آپ جواب دیتے ہیں۔

۴......علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے۔

(الحاوی للفتاوٰی مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۴۹)

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیات اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی کیونکہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں اور اگر شہادت معنویہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام سمہودی اور عقیدۂ اہل سنت

۵......حضرت علامہ امام سمہودی فرماتے ہیں:

لاشك في حياته ﷺ وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام

احیاء فی قبورھم۔

(وفاء الوفا ۱۳۵۲۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کی حیاۃ بعد الوفات میں کسی قسم کا شک نہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام داؤد بن سلیمان اور عقیدۂ اہل سنت

۶......حضرت علامہ امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع۔

(المنحۃ الوھبیۃ :ص:۲)

ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیاۃ پر اجماع امت ہے۔

امام شعرانی اور عقیدۂ اہل سنت

۷......حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

وھو حی فی قبرہ یصلی فیہ باذان واقامۃ وکذالک الانبیاء۔

(کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ۲۷/۱)

ترجمہ: اور آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

امام زرقانی اور عقیدۂ اہل سنت

۸......حضرت امام زرقانی فرماتے ہیں:

لحیاتہ فی قبرہ یصلی فیہ باذان واقامۃ۔

(زرقانی علی المواھب ۱۶۹/۶)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

امام زرقانی مزید فرماتے ہیں:

ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ معلومۃ مستمرۃ ثابتۃ فی الاستمرار ......ان تکون حیاتہ اکمل واتم من حیات سائر الانبیاء۔

(زرقانی ۳۰۹/۸)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ معلومہ اور ثابت شدہ ہے اور ہیشگی کے ساتھ ثابت ہے لہذا آپ ﷺ کی حیات تمام انبیاء کرام سے اکمل واتم ہونی چاہیے۔

امام احمد زینی دحلان مکی اور عقیدۂ اہل سنت

۹......حضرت شیخ احمد بن زینی دحلان مکی فرماتے ہیں:

وحیاۃ الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام فی قبورھم ثابتۃ عند اھل السنۃ بادلۃ کثیرۃ ......وحدیث ان الانبیاء یحجون ویلبون وکل ھذہ الاحادیث الصحیحۃ لامطعن فیھا فلاحاجۃ الی الاطالۃ بذکرھا۔

(الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ ص:۱۳،۱۴)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا اپنی قبروں میں زندہ ہونا یہ اہل سنت کے نزدیک بہت سے دلائل سے ثابت ہے اور وہ حدیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے اور تلبیہ پڑھتے ہیں تو یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں ہے تو ان کے ذکر کو طول دینے کی حاجت نہیں ہے۔

ابو یوسف الحمامی المصری اور عقیدہ اہل سنت

۱۱......شیخ مصطفیٰ ابو یوسف الحمامی المصری الازہری تحریر فرماتے ہیں:

ویزید بصیرۃ فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم قولہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون! ورواہ ابویعلی والبیھقی وھذا حدیث لم یقتصر علی حیاتہ ﷺ بل تعدی الی جمیع الانبیاء فحکم علیھم بانھم احیاء فی قبورھم یفعلون فعل الاحیاء فی الدنیا وھو الصلوۃ ذات الرکوع والسجود والقیام والقعود وذکر اللہ تعالی وھی اعمال لوشک فی حیاۃ فاعلھا لکان شاکا فی حیاۃ نفسہ

(غوث العباد ببیان الرشاد ص:۱۴۶)

ترجمہ: اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے انبیاء کرام کی مزارات میں زندگی کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں ۔ اس کو ابو یعلی اور بیہقی نے روایت کیا ہے ۔ اور اس حدیث میں صرف نبی اکرم ﷺ کی حیات ہی نہیں بلکہ یہ حدیث تمام انبیاء کرام کی حیاۃ فی القبور کے اثبات پر حکم لگاتی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور تمام افعال بجالاتے ہیں ۔ جو کہ دنیا کی زندگی میں بجالاتے تھے اور وہ افعال ہیں نماز، رکوع وسجود اور قیام وقعود اور قرأت کے ساتھ اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اگر کوئی شک کرنے والا ان کی حیات میں شک کرے تو وہ اپنی حیات میں ہی شک کرنے والا ہے۔

امام عبدالغنی الحنبلی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۲......حضرت امام عبدالغنی المقدسی الحنبلی صاحب "العمدۃ" فرماتے ہیں:

فان ثبت هذا فاعلم ان الانبياء احياء فی قبورهم ۔

(بحوالہ سبل الهدیٰ والرشاد ۱۲/۳۶۰)

ترجمہ: جب یہ ثابت ہو گیا تو یقین رکھ کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۳......امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فرماتے ہیں:

فقد تبين لك رحمك الله من الاحاديث السابقة حياة النبی ﷺ وسائر الانبياء علیہم السلام وقد قال الله سبحانه وتعالى فی الشهداء (ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون) والانبياء اولى بذلك فهم اجل واعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون فی عموم لفظ الاية فثبت كونه ﷺ حيا فی قبره بنص القرآن اما من عموم اللفظ واما من مفهوم الموافقة ۔

(سبل الهدیٰ والرشاد ۱۲/۳۶۲)

اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب تیرے لئے سابقہ احادیث سے ظاہر ہو چکا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہداء کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ (وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مُردہ گمان بھی نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں اور انبیاء کرام ان سے زیادہ حقدار ہیں اور اعظم واجل ہیں اور نبی کے ساتھ وصف شہادت بھی

ملا ہوتا ہے تو وہ اس لفظ کی عمومیت میں داخل ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ بنص قرآن اپنی قبر میں زندہ ہیں یا تو عموم لفظ کی وجہ یا پھر مفہوم موافقت کی وجہ سے۔

امام زاہد الکوثری اور عقیدۂ اہل سنت

۱۴......حضرت امام علامہ زاہد الکوثری مصری حنفی فرماتے ہیں:

والانبیاء احیاء فی قبورھم۔

(محقق التقول فی مسئلة التوسل: المقالات الکوثری ص: ۳۸۷)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام المحققین شاہ فضل رسول بدایونی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۵......حضرت امام المحققین سیف المسلول شاہ فضل رسول بدایونی ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان حرمة النبی ﷺ بعد موته وتوقیره وتعظیمه بعد وفاته لازم علی کل مسلم کما کان حال حیاته لانه الآن حی یرزق فی علو درجاته ورفعة حالاته۔

(المنتقد المعتقد مع تعلیقات المستند المعتمد ص: ۱۴۹)

ترجمہ: جان لو کہ نبی اکرم ﷺ کی عزت انتقال کے بعد اوران کی توقیر وتعظیم وفات کے بعد ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے، جیسا کہ ظاہری حیات میں تھا کیونکہ وہ اب بھی زندہ ہیں اوراپنے درجات کی بلندیوں اور حالات کی رفعتوں میں رزق دیئے جاتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی اور عقیدۂ اہل سنت

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی سے نقل کر کے کہا ہے کہ:
موت عدم محض نہیں ہے وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور وہ خوش وخرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں، صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی معراج کی شب نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔
اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں، ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں، ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے، جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

(التذکرہ مطبوعہ دار البخاری ۱/۲۶۴،۶۵)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر کے شیخ علامہ احمد بن عمر قرطبی ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت "المفہم شرح مسلم" جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۳۴،۲۳۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت میں موجود ہے۔

امام علوی مالکی اور عقیدہ اہل سنت

عظیم محدث علامہ سید محمد علوی مالکی تصریح فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی بلند و بالا ہے اور ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ مومن ہو یا کافر سنتا، محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمہ دین اور جمہور اہل سنت قائل ہیں، اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے جو محتاج اثبات نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند و بالا اور کامل و مکمل ہے جیسے کہ روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔

(مفاہیم یجب ان تصحح مطبوعہ دہلی ص:۱۶۵)

امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور عقیدہ اہل سنت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہداء کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جاسکتا ہے، صدیقین بھی شہداء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین یعنی اولیاء

کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کر رہی ہے" من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین " اسی لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں، بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں، اپنے دشمنوں کو خائب وخاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتا ہے۔

(تفسیر فتح القدیر مطبع دار المعرفۃ بیروت، ۱/۳۹۹)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاء کرام صدیقین اور اولیاء کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت واعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

امام ملا علی قاری اور عقیدۂ اہل سنت

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف "ما من مسلم یسلم علی" کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے مشاہدہ میں) محو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دل ناتواں کی پاسداری کے لئے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتبر عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں، جیسے کہ دیگر انبیاء کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح مقدسہ کا دنیا اور عالم بالا سے تعلق ہے جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا، وہ قلب کے اعتبار

سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔

(شرح شفاء مطبع دارالفکر بیروت ۳۹۹/۳)

۴۳......حضرت ملا علی القاری مزید فرماتے ہیں:

ای لانه حی یرزق فی علو درجاته ورفعة حالته۔

(شرح شفا ۳۹۶/۳)

ترجمہ: کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے بلند درجوں میں اور بلند حالت میں۔

عمر بن سعید الفوتی الکردی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۷......سید عمر بن سعید الفوتی الکردی الطوری نقل فرماتے ہیں:

وذلك لانه ﷺ وسائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ماقبضوا۔

(رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم ۲۲۸/۱)

ترجمہ: اور یہ اس لئے ہے کہ آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں اور ان کی ارواح ان کی طرف لوٹادی گئی ہیں قبض کرنے کے بعد۔

یہی حضرت عمر بن سعید نقل فرماتے ہیں:

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان النبی ﷺ حی بجسده۔(۲۳۰/۱)

ترجمہ: ان تمام نقول اور احادیث سے حاصل ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے مبارک جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔

امام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۸......امام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی فرماتے ہیں:

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاته و انه یسر بطاعات امته ویحزن بمعاصی العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من یصلی علیه من امته وقال ان الانبیاء لا یبلون ولا تاکل الارض منهم شیئا۔

(فتاوی عبدالقاہر بحوالہ الحاوی للفتاوی ۲/۱۴۹، ۲/۲۶۳)

ترجمہ: ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے محققین متکلمین نے کہا کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور امت کے نیک لوگوں کے صالح اعمال پر خوش ہوتے اور گنہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی صلاۃ پڑھے وہ آپ کو پہنچائی جاتی ہے اور کہا کہ بے شک انبیاء کے اجسام نہ تو بوسیدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی زمین ان کو کھاتی ہے۔

واذا صح لنا هذا الاصل قلنا نبینا ﷺ قد صار حیا بعد وفاته وهو علی نبوته۔

(سبل الهدیٰ والرشاد للشامی ۱۲/۳۵۵)

ترجمہ: جب ہمارے نزدیک یہ اصل صحیح ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہیں۔

سیدی عفیف الدین الیافعی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۹......شیخ سیدی عفیف الدین الیافعی فرماتے ہیں:

الاولیاء ترد علیهم احوال یشاهدون فیها ملکوت السمٰوٰت

والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسی علیہ السلام فی قبرہ وقد تقرر ان ما جاز للانبیاء من معجزۃ جاز للاولیاء کرامۃ۔

(روض الریاحین مطبوعہ قبرص: ص:۲۲۴، سبل الھدیٰ والرشاد للشامی ۳۵۶/۱۲)

ترجمہ: اولیاء کرام پر احوال پیش کیے جاتے ہیں جن میں وہ ملکوت آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور حضرات انبیاء کو زندہ وجاوید دیکھتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو انبیاء کے لئے بطور معجزہ جائز ہے وہ اولیاء کے لئے بطور کرامت جائز ہے۔

علامہ جمال الدین محمود اور عقیدۂ اہل سنت

۴۰.....حضرت علامہ جمال الدین محمود بن جملہ فرماتے ہیں:

نبینا ﷺ احیا اللہ تعالی بعد موتہ حیاۃ تامۃ واستمرت تلک الحیاۃ الی الآن وھی مستمرۃ الی یوم القیامۃ ولیس ھذا خاصا بہ ﷺ بل یشارکہ الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ۳۶۰/۱۲)

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ کو وفات کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندہ فرمادیا ہے اور آپ کی یہ حیات مکمل، ہمیشہ، اب تک قائم ہے، قیامت تک قائم رہے گی اور یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اس میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

امام بارزی اور عقیدۂ اہل سنت

وسئل البارزی عن النبی ﷺ هل هو حی بعد وفاته فاجاب انه ﷺ حی۔

(الحاوی للفتاوی ۱۴۹/۲)

ترجمہ: امام بارزی سے سوال ہوا کہ کیا نبی اکرم ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں آپ ﷺ زندہ ہیں۔

علامہ شاہ احمد سعید دہلوی مدنی اور عقیدۂ اہل سنت

۲۲...... حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی نقشبندی نقل فرماتے ہیں:

وقد اتفق العلماء علی انه علیه السلام حی فی قبره الشریف یعلم بزائره۔

(تحقیق الحق المبین فی اجوبة مسائل اربعین ص: ۳۰)

ترجمہ: تحقیق علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائر کو جانتے ہیں۔

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی اور عقیدۂ اہل سنت

۲۳...... حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی تحریر فرماتے ہیں:

ولما هو مقرر عند المحققین انه ﷺ حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔

(نور الایضاح مکتبہ امدادیہ ملتان، ص: ۱۸۹)

ترجمہ: اور محققین کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ عبادات سے لذت اٹھاتے ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ ان آنکھوں سے پردے میں ہیں جو ان مقدس مقامات تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور عقیدۂ اہل سنت

۲۴...... حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تحقیق وعدہ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہیں۔"

(بہار شریعت ۱۷/۱)

سلطان العارفین سلطان باہو اور عقیدۂ اہل سنت

۲۶...... حضرت سلطان العارفین سلطان باہو فرماتے ہیں:

"اور یاد رہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ جانے اس پر ایمان سلب ہو جانے کا خوف ہے۔"

(عین الفقر مطبع اللہ والے لاہور، ص: ۸۲)

آپ علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں:

"جو شخص حیات نبوی کو حیات نہیں مانتا بلکہ ممات کہتا ہے وہ شخص دین میں سست اور جھوٹا ہے کیونکہ جو حیات نبی کا قائل نہیں وہ بے دین اور بے یقین ہے، جو بے یقین ہے وہ منافق ہے اور شیطان لعین کا تابع ہے۔"

(مفتاح العارفین از قبلہ سلطان باہو رحمہ اللہ ص: ۲۹)

رومی کشمیر اور عقیدۂ اہل سنت

۲۷......ولی کامل قطب وقت حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

دیئے جواب سلام ہمیشہ دائم زندہ ہویا
اے منکر کیوں سمجھیں ناہیں ہے دل تیرا مویا
امت نوں اعلام پچائے ایس حدیث نبی دی
ہوئی ثبوت حیاتی دائم لیندے خبر سبھی دی
جدوں سلام ہمیشہ گھلدا واجب جانن زندہ
صحت کامل لازم ہوئی زندہ ہے پائندہ

(ھدایت المسلمین از میاں محمد بخش ص:۲۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اوہ محبوب میرے در جو چاہے میں دیندا
امت کارن وچہ قبر دے استغفار کریندا
او زندہ پائندہ بیٹھا اپنی وچ قبر دے
بخشش بہت اوناں جہیڑے جا زیارت کر دے

(ھدایت المسلمین ص:۳۲)

علامہ عبدالقادر مکی حنبلی اور عقیدۂ اہل سنت

۲۹......حضرت شیخ عبدالقادر مکی حنبلی فرماتے ہیں:

انه ﷺ حی کسائر الانبیاء فی قبره یراه ویجب له من الاحترام ماله قبل الموت ومنه عدم رفع الصوت بحضرته ......فانه ﷺ

یسمعه وان سر و یراہ وان بعد۔

(حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل ص: ۱۰۱، ۱۰۲)

ترجمہ: آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کی طرح اپنی قبر میں زندہ ہیں، دیکھ رہے ہیں آپ کا اسی طرح احترام واجب ہے جو کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ اور اسی ادب میں سے ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز پست رکھے کیونکہ آپ ﷺ اس کی بات سن رہے ہیں اگرچہ وہ آہستہ ہی کیوں نہ بولے اور اس کو دیکھ رہے ہیں اگرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔

اس عبارت میں ''فانه ﷺ یسمعه وان سر ویراہ ان بعد" کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔ آپ ﷺ سنتے ہیں اگرچہ کوئی شخص کتنا ہی آہستہ کیوں نہ بولے اور آپ ﷺ دیکھتے ہیں، امتیوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں، یعنی نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے دُور و نزدیک کا کوئی فرق نہیں۔ فافہم

امام تقی الدین السبکی اور عقیدۂ اہلِ سنت

۳۰...... حضرت امام تقی الدین السبکی تحریر فرماتے ہیں:

فهذه نبذة من الاحادیث الصحیحة الدالة علی حیاة الانبیاء والکتاب العزیز یدل علی ذلك ایضا...... قال تعالی ولا تحسبن الذین...... الایة واذا ثبت ذلك فی الشهداء ثبت فی حق النبی ﷺ

(شفاء السقام ص: ۱۸۷)

ترجمہ: پس یہ صحیح احادیث کا مجموعہ حیاۃ الانبیاء پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو۔ جب یہ شہید کے لئے ثابت ہے تو نبی اکرم ﷺ کے لئے کئی وجوہ سے یہ ثابت ہے۔

مجدد مائۂ حاضرہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور وضاحتِ عقیدۂ اہل سنت

۳۱......امام اہل سنت مجددِ دین وملت سیدنا شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

فانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم طيبون طاهرون احياء وامواتا بل لا موت لهم الا آنيا تصديقا للوعد ثم هم احياء ابدا بحياة حقيقية دنياوية روحانية جسمانية كما هو معتقد اهل السنة والجماعة ولذا لا يورثون ويمتنع تزوج نسائهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم وبخلاف الشهداء الذين نص الكتاب العزيز انهم احياء ونهى ان يقال لهم اموات۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۳/۲۰۰۶،۳۰۲)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم ۔حیات وممات ہر حالت میں طاہر وطیب ہیں بلکہ ان کے لئے موت محض تصدیق اور وعدہ الٰہیہ کے بموجب ایک آن کے لئے آتی ہے پھر وہ ہمیشہ کے لئے حیات حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہوجاتے ہیں ۔جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے، اسی لئے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور انہیں مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے (مگر ان کی میراث تقسیم ہوگی اور ان کی عورتوں سے نکاح ثانی کرنا جائز ہے۔)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی و روحانی و جسمانی سے زندہ ہیں اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۲/۱۵۶)

امام نجم الدین الغیطی اور عقیدۂ اہل سنت

۳۳...... حضرت امام نجم الدین الغیطی (استاذ شاہ ولی اللہ) فرماتے ہیں:

بانهم كالشهداء بل افضل منهم احياء في قبورهم فيصلون ويحجون كما ورد في الحديث الأخر۔

(المعراج الكبير ص:۶۷)

ترجمہ: بے شک وہ (انبیاء کرام) شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ افضل ہیں، اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔

شیخ حسن العدوی المصری اور عقیدۂ اہل سنت

۳۴...... شیخ حسن العدوی المصری مالکی فرماتے ہیں:

ولا شك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة مشتهرة ونبينا افضلهم وقال: واذا كان كذلك فينبغي ان تكون حياته ﷺ اكمل واتم۔

(مشارق الانوار بحوالہ شواهد الحق ص:۱۰۸)

ترجمہ: اور بلا شک حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت و معلوم اور مشہور ہے اور ہمارے آقا ﷺ ان سب انبیاء سے افضل ہیں جب ایسا ہے تو پھر آپ ﷺ کی حیات بھی اکمل اور اتم ہے۔

امام محمد شوبری المصری الشافعی اور عقیدۂ اہل سنت

۳۵...... حضرت علامہ امام محمد شوبری المصری الشافعی فرماتے ہیں:

اما الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فانهم احیاء فی قبورهم یصلون ویحجون کماوردت به الاخبار وتکون الاغاثه منهم معجزة لهم۔

(شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق ص:۱۱۸)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا احادیث میں وارد ہے اور ان کا مدد فرمانا ان کا معجزہ ہے۔

علامہ شہاب الدین الخفاجی اور عقیدۂ اہل سنت

۳۶...... حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی فرماتے ہیں:

قد حرم الله جسده علی الارض وحیاه فی قبره کسائر الانبیاء علیهم الصلوة والسلام۔

(نسیم الریاض ۳۱۶/۱)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اقدس کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور آپ ﷺ کو قبر مبارک میں دیگر انبیاء کرام کی طرح حیات حاصل ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

وفیہ دلیل علی انہ ﷺ حی حیاۃ مستمرۃ وقد ثبت بالاحادیث الصحیحۃ انہ ﷺ وسائر الانبیاء احیاء حیاۃ حقیقیۃ۔

(نسیم الریاض ۳/۳۹۹)

ترجمہ: اوراس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی حیات ہمیشگی والی ہے اوراحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اوردیگرانبیاء کرام حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

لانہ ﷺ حی فی قبرہ یسمع دعاء زائرہ ومن جاء لرجاء شفاعتہ لہ لاشك فی انہ یتوجہ الیہ بقلبہ وقالبہ۔

(نسیم الریاض ۳/۳۹۸)

کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبرمنور میں زندہ ہیں اورزائر کی دعا سنتے ہیں اور جو آپ کی شفاعت کی امید لے کرآیا تو بلاشبہ آپ اس کی طرف دل وجسم وجان کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔

علامہ صاوی المالکی اورعقیدۂ اہل سنت

۳۷......علامہ صاوی المالکی فرماتے ہیں:

مثل الشہداء الانبیاء بل حیاۃ الانبیاء اجل واعلی۔

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ۱/۱۲۸)

ترجمہ: شہداء کی مثل انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہیں بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ عزت وجلال والی اور بلندتر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور عقیدۂ اہل سنت

۳۸......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ان الانبیاء لایموتون وانھم یصلون ویحجون فی قبورھم۔

(فیوض الحرمین ص:۸۰)

ترجمہ: انبیاء کرام فوت نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین رملی اور عقیدۂ اہل سنت

۳۹......حضرت شیخ شہاب الدین رملی فرماتے ہیں:

اما الانبیاء فانھم احیاء فی قبورھم یصلون ویحجون کما وردت به الاخبار۔(شواھد الحق ص:۱۲۱)

ترجمہ: اور بہرحال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حکیم الامت نباض قوم علامہ محمد اقبال اور عقیدۂ اہل سنت

۴۱......حضرت علامہ اقبال شاعرِ مشرق فرماتے ہیں:

''میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہوگا۔ اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔''

(فقر الٰہ رسول :۷)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن اور عقیدۂ اہل سنت

۴۲......حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری فرماتے ہیں:

لان عندنا رسول اللہ ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیه اعمال الامة و یبلغ الصلوة والسلام علیه علی ما بینا۔

(شکایة اهل السنة فی رسائل القشیریة ص:۴۷)

ہمارے (اہل سنت) کے نزدیک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔ آپ کو حس اور علم حاصل ہے اور آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ آپ کو امت کا درود وسلام پہنچایا جاتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

فاذا ثبت ان نبینا ﷺ حی فالحی لا بد ان یکون عالما او جاھلا و لا یجوز ان یکون النبی ﷺ (غیر عالم) جاھلا۔

(شکایة اهل السنة فی رسائل القشیریة ص:۴۷)

ترجمہ: جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں تو زندہ یا تو عالم ہو گا یا جاہل اور یہ جائز نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ (غیر عالم) ہوں۔

اس عبارت میں حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر ہوا اور الحمد للہ یہی عقیدہ تمام اہل سنت کا ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور امت کے حالات وواقعات سے واقف اور عالم ہیں، جو آپ ﷺ کو (غیر عالم) کہے (جیسا کہ آج کل کے نجدی وغیرہ کہتے ہیں) وہ خود جاہل وگمراہ اور بدعتی ہیں۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

وعندھم محمد ﷺ حی فی قبرہ۔ (شکایة اهل السنة فی رسائل القشیریة ص:۴۷)

ترجمہ: اور اشاعرہ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر اقدس میں زندہ ہیں۔

علامہ ابن القیم اور عقیدۂ اہل سنت

۴۴......علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں:

قال ابوعبداللہ وقال شیخنا احمد بن عمرو : الذی یزیح ھذا الاشکال ان شاء اللہ تعالیٰ: ان الموت لیس بعدم محض وانما ھو انتقال من حال الی حال ویدل علی ذلک ان الشھداء بعد قتلھم وموتھم احیاء عند ربھم یرزقون فرحین مستبشرین وھذہ صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذالک احق واولی مع انہ قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء ......وقد اخبر بہ بانہ ما من مسلم یسلم علی الا ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام ـ الی غیر ذلک مما یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوا موجودین احیاء و ذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم احیاء موجودون و لا نراھم ـ

(کتاب الروح ص:۵۷،۵۸)

ترجمہ: ابوعبداللہ نے کہا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمرو نے کہا جس سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہونے اور انتقال کے بعد اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں اور بشارتیں دیتے ہیں اور دنیا میں زندوں کی یہی صفات ہیں۔ لہذا جب شہداء کا یہ حال ہے تو پھر انبیاء بدرجۂ اولیٰ اس کے حق دار ہیں اور تحقیق نبی اکرم ﷺ

سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ زمین انبیاء کے اجسام کو نہیں کھاتی اور آپ نے خبر دی کہ جو کوئی بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو آپ کی طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ آپ اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ یہ اور اس جیسی دیگر احادیث سے یہ قطعی طور پر علم حاصل ہوا کہ انبیاء کرام کی وفات کا معنی صرف یہ ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں کہ ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ و موجود ہیں، ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن القیم وہابیہ کے نزدیک بہت معتبر اور مسلم عالم ہیں۔ دیکھیں وہ کس طرح حیاۃ الانبیاء کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان کے حاضر و موجود ہونے کی تصریح بھی فرما رہے ہیں۔ (فافہم وتدبر)

علامہ تاج الدین فاکھانی مالکی اور عقیدۂ اہل سنت

۴۵...... حضرت شیخ تاج الدین فاکہانی مالکی فرماتے ہیں:

یوخذ من ھذا الحدیث ان رسول اللہ ﷺ حی علی الدوام۔

(الحاوی للفتاوی ۲/۱۵۱)

ترجمہ: اس حدیث شریف سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی المالکی اور عقیدۂ اہل سنت

۴۶......قاضی ابوبکر بن العربی المالکی فرماتے ہیں:

ولا یمتنع رویۃ ذاتہ الشریفۃ بجسدہ وروحہ وذلک لانہ ﷺ وسائر الانبیاء احیاء ردت علیھم ارواحھم بعد ماقبضوا۔

(الحاوی للفتاوی ۲/۲۶۳)

ترجمہ: اور آپ کی ذات شریفہ کی زیارت روح اور جسدِ اقدس سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی ارواح قبض کرنے کے بعد واپس ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں۔

علامہ یوسف الدجوری مصری اور عقیدۂ اہل سنت

۴۷......حضرت الشیخ علامہ یوسف الدجوری مصری فرماتے ہیں:

ان الانبیاء وکثیرا من صالحی المسلمین الذین لیسوا بشھداء کاکابر الصحابۃ افضل من الشھداء بلا شک ، فاذا ثبتت الحیاۃ للشھداء فثبوتھا لمن ھو افضل منھم اولی علی ان حیاۃ الانبیاء مصرح بھا فی الاحادیث الصحیحۃ۔

(مقالات العلامۃ الدجوی فی الرد علی التمیمی بحوالہ التوسل بالنبی وبالصالحین ص:۲۷۷)

بے شک انبیاء کرام اور بہت سارے صالحین مسلمان جو کہ شہیدوں میں سے نہیں جیسے کہ اکابر صحابہ کرام ہیں وہ شہداء سے بالیقین افضل ہیں تو جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو جو اُن سے افضل ہیں ان کے لئے تو بدرجہ اولیٰ حیات ثابت ہونی چاہیے اور پھر حیات انبیاء میں تو صراحت کے ساتھ صحیح احادیث مروی ہیں۔

علامہ ابوحامد بن مرزوق اور عقیدۂ اہل سنت

۴۸......حضرت علامہ ابوحامد بن مرزوق فرماتے ہیں:

واما حیاۃ الانبیاء فاعلی واکمل واتم من الجمیع لانها للروح والجسم علی الدوام علی ماکان فی الدنیا علی ما تقدم عن جماعۃ من العلماء۔ (التوسل بالنبی وبالصالحین ص:۲۱۳)

ترجمہ: اور حیاۃ الانبیاء تو وہ سب (شہداء اولیاء و مسلمین) سے اعلیٰ واکمل ہے کیونکہ ان کی روح وجسد ہمیشہ اسی طرح ہے جیسے کہ دنیا میں تھا جیسا کہ علماء کی ایک جماعت کا موقف پہلے گزر چکا ہے۔

علامہ جمیل آفندی الزحاوی اور عقیدۂ اہل سنت

۴۹......حضرت علامہ جمیل آفندی الزحاوی فرماتے ہیں:

علی انهم احیاء فی قبورهم۔

(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق ص:۶۱)

ترجمہ: کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

علامہ محمد احمد الشمر ی الشافعی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۰......حضرت محمد احمد الشمر ی الشافعی فرماتے ہیں:

وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتهم اما الانبیاء فلانهم احیاء فی قبورهم یصلون ویحجون کما وردت به الاخبار وتکون الاغاثۃ منهم معجزۃ لهم والشهداء احیاء عند ربهم ایضا۔

(فتوی فی کرامات اولیاء للشیخ الشوبری ص:۱ نقل عنه الشیخ النبهانی فی الشواهد ۱۱۸)

ترجمہ: اور اولیاء کی کرامات ان کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتیں اور بہر حال انبیاء کرام تو وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسا کہ احادیث اس سلسلہ میں وارد ہیں اور ان کا مدد کرنا ان کا معجزہ ہے اور شہداء بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

علامہ احمد بن شہاب اسجاعی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۱......شیخ احمد بن شہاب احمد بن محمد اسجاعی الشافعی فرماتے ہیں:

وهم عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم ولا خلاف (رسالہ في اثبات كرامات الاولياء۔)

ترجمہ: اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہے۔

علامہ سید محسن الامین مصری اور عقیدۂ اہل سنت

۵۲......سید محسن الامین مصری لکھتے ہیں:

بانا متفقون على انه ﷺ حي في قبره يعلم زائره۔

(كشف الارتياب في اتباع محمد بن عبد الوهاب ص: ۲۶۱)

ترجمہ: ہم اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں اور زائرین کو جانتے ہیں۔

سید محسن الامین مزید فرماتے ہیں:

ودلت الأيات والاخبار على حياتهم بعد الموت۔

(كشف الارتياب في اتباع محمد بن عبد الوهاب ص: ۲۳۸)

ترجمہ: آیات واحادیث انبیاء کی حیاۃ بعد الوفات پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدۂ اہل سنت

۵۳......حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الانبیاء والاولیاء یصلون فی قبورھم کما یصلون فی بیوتھم۔

(سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار ص:۱۰۴)

ترجمہ: انبیاء واولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ اپنے گھروں میں۔

علامہ شیخ عبدالکریم اور عقیدۂ اہل سنت

۵۴......الشیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی فرماتے ہیں:

فقد ثبت ان الانبیاء احیاء فی قبورھم وان الارض لا تاکل اجسادھم۔

(نور الاسلام لمن اراد الفوز بالمرام ص:۲۲۶)

ترجمہ: تحقیق یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور زمین ان کے اجسام طاہرہ کو نہیں کھا سکتی۔

علامہ ابو میمونہ الکرلوی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۵......مولانا ابو میمونہ الکرلوی فرماتے ہیں:

وبحیاۃ الانبیاء اجزم فی القبر لھم تصرف الی یوم الحشر فی خبر المعراج والاسراء لقاء النبی موسی وبالانبیاء۔

(تحذیر الابداع عن تحبیر الابتداع ص:۱۷ ملحق سبیل النجاۃ ترکی)

ترجمہ: اور حیاۃ الانبیاء فی القبر، یہ ضرور ثابت ہے اور ان کو قیامت تک تصرف حاصل ہے اور معراج واسراء کی حدیث میں حضرت موسٰی اور انبیاء کرام کی ملاقات کا ذکر اسی پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ سعید الرحمٰن التمراھی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۶...... مولانا سعید الرحمٰن التمراھی فرماتے ہیں:

یجوز التوسل بالنبی ﷺ کذلک یجوز بقبر النبی ﷺ والا فلیس النبی ﷺ بمیت فی الحقیقۃ بل ھو حی یرزق۔

(الحبل المتین فی اتباع السلف الصالحین ص:۱۶)

ترجمہ: جس طرح نبی اکرم ﷺ سے توسل جائز ہے اسی طرح آپ کی قبر منور سے بھی جائز ہے مگر نبی اکرم ﷺ حقیقت میں مُردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔

علامہ فضل اللہ شہاب الدین اور عقیدۂ اہل سنت

۵۷...... حضرت علامہ فضل اللہ شہاب الدین ابو عبداللہ تورپشتی فرماتے ہیں:

واز اں جملہ آنست کہ بداند کہ زمین کالبد وے را نخورد و بوسیدہ نہ شد و چوں زمین از وے شگافتہ شود، کالبد وے بحال خود باشد وحشر وی و دیگر انبیاء چنیں باشد حدیث درست است کہ (ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) اول ہمہ پیغمبر ما ﷺ برخیز داز قبر مبارک آنچہ یاد کردہ شد دانستن آن ہم تا تعظیم وتوقیر رسول اللہ ﷺ کہ حق تعالیٰ برما فرض کردہ است۔ (المعتمد فی المعتقد ص:۸)

ترجمہ: اوران دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاننا چاہیے کہ آپ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی اور نہ ہی وہ بوسیدہ ہوگا۔ اور جب زمین شق ہوگی تو آپ کا جسدِ اقدس اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہوگا۔ اوراسی وجود مبارک کے ساتھ آپ اور دیگر انبیاء کرام کا حشر ہوگا اور یہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام حرام کردیے ہیں۔ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور تمام کائنات سے پہلے قبر سے ہمارے آقا ﷺ اٹھیں گے اس کو یاد کرلو اور جان لو کہ یہ بہت اہم چیز ہے اور کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر اللہ جل مجدہ نے ہم پر فرض فرمادی ہے۔

علامہ آلوسی بغدادی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۸......حضرت علامہ آلوسی بغدادی ارشاد فرماتے ہیں:

والاخبار المذكورة بعد فيما سبق المراد منها كلها اثبات الحياة فى القبر بضرب من التاويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهى فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا ﷺ أكمل واتم من حياة سائرهم عليهم السلام -

(روح المعانی پارہ ۲۲/۱۲/۳۸)

ترجمہ: اور یہ تمام احادیث مذکورہ اور جو کچھ گزرا اس تمام سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاۃ فی القبر کا اثبات ہوتا ہے اور اس سے حیات کی ایک ایسی قسم مراد ہے جو کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ شہداء کی حیات سے بلند وبالا ہے اور پھر نبی اکرم ﷺ کی حیات تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی اکمل واتم ہے۔

۱۳......حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی فرماتے ہیں:

ثم ان تلك الحياة فى القبر وان كان يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة فى الدنيا المعروفة لنا من الصلوة والاذان والاقامة وردّ السلام المسموع ونحو ذلك۔(روح المعانی ۳۸/۲۲)

علامہ بدرالدین عینی اور عقیدۂ اہل سنت

۵۹......حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

وقال الداودی ای لا یموت فی قبرہ موتة اخری کما قیل فی الکافر والمنافق به ان ترد الیه روحه ثم قبض۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب المغازی ۷۲/۱۸)

ترجمہ: اور امام داؤدی نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے قبر میں دوسری موت نہیں ہے جیسا کہ کافر اور منافق کے حق میں کہا گیا ہے کہ ان کو روح لوٹا کر پھر قبض کر لی جاتی ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

واراد الموتتمن الموت فى الدنيا والموت فى القبر وهى الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم لا يموتون فى قبورهم بل هم احياء۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب فضائل صدیق اکبر ۱۸۵/۱۶)

ترجمہ: اور دو موتوں سے مراد ہے کہ ایک اس دنیا میں موت اور دوسری قبر میں۔ اور یہ دونوں موتیں معروف و مشہور ہیں۔ اور یہ دونوں موتیں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے سب کے لئے ثابت ہیں اور انبیاء کرام کے لئے موت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام محمد بن الحسن بن فورک اور عقیدۂ اہل سنت

۶۰......حضرت امام محمد بن الحسن بن فورک فرماتے ہیں:

ان نبینا ﷺ حی فی قبرہ رسول اللہ ﷺ ابدا الآباد علی الحقیقۃ لا المجاز وانہ کان نبیا وآدم بین الماء والطین۔

(طبقات الشافعیۃ الکبرای ۳/۵۴)

بے شک ہمارے نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اللہ کے رسول ہیں ابدالآباد تک، حقیقی طور پر نہ کہ مجازی طور پر اور آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (دوران تخلیق تھے)

امام تاج الدین السبکی اور عقیدۂ اہل سنت

۶۱......حضرت علامہ امام تاج الدین السبکی الشافعی فرماتے ہیں:

ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم فاین الموت (وعندھم محمد ﷺ حی فی قبرہ)

(طبقات الشافعیہ ۲/۲۶۶)

ترجمہ: ہم اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں تو پھر ان کے لئے موت کہاں ہے؟ (اہل سنت کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنے مزار مبارک میں زندہ ہیں)

علامہ تاج الدین السبکی مزید فرماتے ہیں:

لان عندنا محمد ﷺ حی یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ ویبلغ الصلوۃ والسلام علی ما بینا۔

(طبقات الشافعیۃ ۲/۲۸۲)

ترجمہ: کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور(امت کے حالات) جانتے ہیں اور صلوۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اورآپ پرامت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

امام عبدالرءوف المناوی اورعقیدۂ اہل سنت

۶۲......حضرت علامہ امام عبدالروف المناوی المصری فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون، لانھم کالشھداء بل افضل والشھداء احیاء عند ربھم وفائدة تقیید العندیة الاشارة ان حیاتھم لیست بظاھرة عندنا وھم کالملائکة وکذا الانبیاء ولھذا کانت الانبیاء لاتورث۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۱۸۴/۲)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ وہ شہداء کی طرح بلکہ ان سے بہت افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور یہاں عندربہم کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان شہداء کی زندگی ہمارے پاس ظاہر نہیں ہے اور وہ شہداء ملائکہ کی طرح ہیں، جیسا کہ حضرات انبیاء کرام، کیونکہ فرشتے بھی زندہ ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے اسی طرح انبیاء ہیں۔اسی لئے انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علامہ مناوی مزید فرماتے ہیں:

والانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

(فیض القدیر ۴۰۰/۳)

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں، اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی اور عقیدۂ اہل سنت

۶۳......حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ان حیاته ﷺ فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم۔

(فتح الباری باب فضائل صدیق اکبر ۷/۲۱)

ترجمہ: آپ ﷺ کی حیاۃ قبر میں ایسی ہے کہ جس پر موت واقع نہیں ہوتی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ ہیں کیونکہ حضرات انبیاء کرام اپنے مزارات مقدسہ میں زندہ ہیں۔

امام علی بن برہان الدین الحلبی اور عقیدۂ اہل سنت

۶۴......حضرت علامہ امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی فرماتے ہیں:

وفیه ان یقتضی ان الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام یفزعون لانهم احیاء۔

(السیرۃ الحلبیة ۳/۳۰۲)

ترجمہ: اور اس میں اس طرف اشارہ ہے جو کہ مقتضی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بیدار ہوں گے کیونکہ وہ (اپنی قبور میں) زندہ ہیں۔

امام فخر الدین رازی کی اور عقیدۂ اہل سنت

۶۵......حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

یدل علی ان الانسان یحیی بعد الموت و کذلك قوله علیه الصلوٰۃ و السلام : انبیاء اللّٰه لایموتون ولکن ینقلون من دار الی دار ۔(التفسیر الکبیر ۲۱/۳)

ترجمہ: یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ انسان موت کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد: انبیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی اور عقیدۂ اہل سنت

۶۶......حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

ترجمہ: بے شک رسالت موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتی اور بلکہ اسی طرح دلالت اور تمام مکارم دینیہ منقطع نہیں ہوتیں تو نبوۃ کیسے منقطع ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ کتاب الجہاد ۲/۳۰۷)

علامہ عبدالوہاب بخاری اور عقیدۂ اہل سنت

۶۷......حضرت الشیخ حاجی عبدالوہاب بخاری فرماتے ہیں:

دو نعمت در عالم بالفعل موجود است کہ فوق جمیع نعمت ہاست ولیکن مردم قدر آں نعمت را نمی شناسد و بداں پے نمی برند و از تحصیل آنہا غافل اند یکی آنکہ وجود مبارک محمد مصطفی ﷺ بصفت حیاۃ در مدینہ موجود است و مردم این سعادت را در نمی یابند و دیگر قرآن مجید کہ کلام پروردگار است۔

(اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق محدث دھلوی ص: ۲۱۵)

ترجمہ: دو نعمتیں اس دنیا میں بالفعل موجود ہیں جو کہ تمام نعمتوں سے بلند اور افضل ہیں اور لوگ ان کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک محمد مصطفی ﷺ کا وجود مبارک جو کہ حیاۃ

تامہ کی صفت کے ساتھ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور لوگ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کرتے اور دوسری نعمت قرآن کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے۔

علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس اور عقیدۂ اہل سنت

۶۸......حضرت علامہ سیدی محمد بن قاسم جسوس تحریر فرماتے ہیں:

لانہ حی فی قبرہ وکذا سائر الانبیاء۔

آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

ان الانبیاء احیاء ان حیاتھم زائدۃ علی حیاۃ الشھداء وانھا قد تعطی بعض احکام الدنیا۔قال ابن حجر وقد صح ان الانبیاء یحجون ویلبون فانھا لھم لیست تکلیفیۃ بل یتلذذون بھا۔

(الفوائد الجلیلۃ البھیۃ باب فی میراث رسول اللہ ﷺ ۱/۲۳۶)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں بے شک ان کی حیاۃ شہداء سے افضل ہے اور ان پر بعض دنیاوی احکام مرتب ہوتے ہیں اور امام ابن حجر نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام حج کرتے ہیں اور تلبیہ پڑھتے ہیں اور یہ ان کے لئے عبادت تکلیفیہ نہیں ہے بلکہ وہ اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر اور عقیدۂ اہل سنت

۶۹......حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی القبور ۔(سیر الاولیاء ص:۸۵)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۵......حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبیاء یصلون فی القبور شنیدہ باشند و حضرت پیغمبر ما علیہ ﷺ شب معراج چوں بر قبر حضرت کلیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام گذشتند و دیدند کہ در قبر نمازی گزارد۔

(مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ششم ۴۳/۱۶)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے ہیں یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا اور حضرت نبی اکرم ﷺ معراج کی شب جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گزرے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔

امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۱......حضرت امام شمس الدین محمد یوسف الکرمانی شافعی فرماتے ہیں:

ویحتمل ان یراد ان حیاتك فی القبر لا یعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتین۔

(کوکب الدراری المعروف الکرمانی شرح صحیح بخاری باب بدء الخلق ۱۴/۳۱۰)

ترجمہ: اور یہ احتمال ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا ہو کہ آپ ﷺ کی قبر میں حیات ایسی ہے کہ موت جس کا تعقب نہیں کرے گی۔ (موت نہیں آئے گی) اور آپ ﷺ دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھیں گے۔

امام قسطلانی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۲......حضرت علامہ احمد بن محمد القسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

ولا شك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة و السلام ثابتة۔

ترجمہ: بلاشک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات (قبر میں) ثابت معلوم اور ہمیشہ رہنے والی حیاۃ ہے۔

اور ہمارے آقا ﷺ ان سب سے افضل ہیں تو جب آپ افضل ہیں تو چاہیے کہ آپ کی حیات فی القبر بھی سب سے زیادہ اکمل اور مکمل حیاۃ ہو۔

علامہ کاکوروی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۳......حضرت مولانا ابوالحسن حسن کاکوروی فرماتے ہیں:

"حیاتِ مستمرہ رسول اللہ ﷺ کی بدلائل قویہ ثابت ہے۔ کوئی مسلمان اس سے انکار نہ کرے۔ اسی طرح اور حدیثیں بہت ہیں کہ ان سے حیاتِ مستمرہ حضرت ﷺ اور بھی انبیاء علیہم السلام خصوصاً اور عموماً بعد چشیدن موت یکبارہ ثابت ہوتی ہے۔ اور جو موت قرآن شریف میں مذکور ہے کہ "انك ميت وانهم ميتون" اور جس موت پر اجماع منعقد ہوا سو وہ موت مراد ہے کہ جو جملہ انبیاء، شہداء اور مسلم و کافر کو ہوتی ہے، پھر انبیاء اور شہداء بعد اس موت کے بہ حیات مستمرہ زندہ کئے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ حیات انبیاء بھی بقدر شان اور مرتبہ ہے اور حیاتِ شہداء سے افضل ہے۔"

(التذکیر الاذکیاء فی احوال الانبیاء ۲/۱ ۳۳، ۳۳۲)

علامہ اسماعیل حقی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۴..... حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ان کی ارواح کا تعلق ان کے اجسام سے اسی طرح ہوتا ہے کہ ان کے اجسام بھی اسی طرح زندہ ہو جاتے ہیں جس طرح کہ دنیا میں تھے اور ان کو افعال واختیار کی قدرت عنایت فرمائی جاتی ہے جیسا کہ انسان العیون میں ہے۔

(کذا فی انسان العیون تفسیر روح البیان ۴:۷۸)

علامہ ابن رجب حنبلی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۵..... حضرت علامہ حافظ ابوالفرج زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی فرماتے ہیں:

ولان حیاۃ الانبیاء اکمل من حیاۃ الشهداء بلاریب فشملهم حکم الاحیاء۔

(احوال القبور واحوال اھلھا الی النشور ص:۱۳۵)

ترجمہ: کیونکہ حیات الانبیاء حیات شہداء سے اکمل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں پس وہ زندوں کے حکم میں شامل ہیں۔

شیخ الاسلام تقی الدین اور عقیدۂ اہل سنت

۷۶..... حضرت امام شیخ الاسلام تقی الدین ابوعمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری الشافعی المعروف ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا سے آخرت کی طرف تشریف لے جانے کے بعد زندہ ہیں پس آدمی کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اپنی زبان سے آپ

ﷺ کی اب رسالت اور حیات کی نفی کرے کیونکہ یہ بہت بڑی اور عظیم خطا ہے اور کرامیہ فرقہ نے خراسان میں اس شنیع عقیدہ کی نسبت امام ابوالحسن الاشعری کی طرف کی تھی تو امام ابومحمد الجوینی اور امام قشیری نے اس برے عقیدے سے امام الاشعری کی براءت ظاہر و ثابت فرمائی۔

(فتاویٰ رسائل ابن الصلاح ۱/۱۳۳، ۱۳۲)

شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی اور عقیدۂ اہل سنت

۷۷......شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی مالکی المدنی فرماتے ہیں:

فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف یتصرف فی الکون باذن اللہ تعالی کیف شاء۔

(المھند علی المفند ص: ۱۱۰)

ترجمہ: پس حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (کائنات) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔

امام ابوبکر بن الحسین اور عقیدۂ اہل سنت

۷۹......حضرت امام علامہ ابوبکر بن الحسین بن عمر ابی الفخر المراغی فرماتے ہیں:

وبھذا یعلم ان الحیاۃ التی نثبھا للنبی ﷺ زائدۃ علی حیاۃ الشھداء۔

(تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ ص: ۱۲۰)

ترجمہ: اور اس سے معلوم ہوا کہ جو ہم نبی اکرم ﷺ کے لئے حیات ثابت کرتے ہیں وہ شہید کی حیات سے زائد یعنی کامل تر ہے۔

امام الحرمین حضرت امام جوینی اور عقیدۂ اہل سنت

۸۰......امام الحرمین حضرت امام جوینی نقل فرماتے ہیں:

اما ما خلفه بقی علی ما کان فی حیاته فکان ینفق ابوبکر منه علی اهله وخدمه وکان یری انه باق علی ملك النبی ﷺ فان الانبیاء احیاء وهذا یقتضی اثبات الحیاة فی احکام النبی وذلك زائد علی حیاة الشهید۔

(تحقیق النضوۃ بتلخیص معالم دارالھجرۃ ص: ۱۳۰)

اور جو کچھ آپ ﷺ کی حیات میں آپ کے پاس تھا اس میں سے جو کچھ باقی بچا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو ان اہل بیت اور خادموں میں خرچ کیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ میراث نبی اکرم ﷺ کی ملک میں باقی تھی کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور یہ بات ان کی حیات کا تقاضا کرتی ہے نبی اکرم ﷺ کے احکام میں اور یہ حیات شہید کی حیات سے زائد و اعلیٰ ہے۔

امام العز بن عبدالسلام اور عقیدۂ اہل سنت

۸۱......حضرت امام العز بن عبدالسلام فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی واعماله فیه مضاعفة اکثر من کل احد۔

(فتاوٰی علامہ سبکی ۱/۳۰۹)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور قبر میں ہر ایک سے ان کے اعمال خیر بھی زیادہ ہیں۔

عقائد اسلامیہ کے امین برحق مجدد وقت حضرت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ حق کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فانھم صلوات اللہ تعالی علیھم طیبون طاھرون احیاء واموانا بل لاموت لھم الا انیا تصدیقا للوعد ثم ھم احیاء ابدا بحیاۃ حقیقیۃ دنیاویۃ ورحانیۃ جسمانیۃ کمامعتقد اھل السنۃ والجماعۃ ولذا لا یرثون ویمتنع تزوج نساء ھم صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیھم بخلاف الشھداء الذین نص الکتاب العزیز انھم احیاء و نھی ان یقال لھم اموات۔

(فتاویٰ رضویہ رضافاؤنڈیشن لاہور ۳۰۴/۳ تا ۳۰۷)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم حیات وممات ہر حالت میں طیب وطاہر ہیں بلکہ ان کے لئے موت کا آنا محض تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے ہے پھر وہ ہمیشہ حیاتِ حقیقی دنیاوی روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے، اسی لئے کوئی ان کی وراثت کا حقدار نہیں ہوتا اور ان کی عورتوں سے کسی کا نکاح کرنا منع ہے۔صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم، بخلاف شہداء کے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید نے صراحت فرمائی کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔(ان کی میراث بھی تقسیم ہوگی اور ان کی ازواج دوسرا نکاح نہیں کرسکتیں)

اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت وجماعت کا انبیاء کرام کی حیاۃ فی القبور کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ ان کی حیاتِ مبارکہ حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی ہے۔

امام تقی الدین سبکی اور عقیدۂ اہل سنت

حضرت امام تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حیاۃ الانبیاء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلاۃ موسٰی

فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسدا حیا۔

(الحاوی للفتاوی ۲/۱۵۲)

ترجمہ: انبیاء کی حیات قبور میں حیات دنیا کی طرح ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے۔

لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے وہابی حیاۃ الانبیاء کے منکر ہیں اور اگر قائل ہیں تو صرف روحانی برزخی زندگی کے، حقیقی جسمانی زندگی کے نہ صرف مخالف ومنکر ہیں بلکہ قائلین کے گمراہ وبدعتی ہونے کے بھی فتوے دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو سرخیلِ وہابیہ پاکستان مولوی اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے اس سلسلہ میں کیا لکھا ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ "یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے" لکھ کر آگے مولوی صاحب کہتے ہیں: "مگر جو اہل سنت ہیں ان کی کتابوں میں نہیں۔"

(تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص:۳۸۳)

یہ تو ابھی معلوم ہوگا کہ یہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے یا کہ نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد مذکورہ مولوی صاحب نے سرخی جمائی ہے۔

"انبیاء کی حیات دنیوی اہل بدعت کا مذہب ہے۔"

اور اس سرخی کے نیچے لکھا ہے:

"ابن القیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات دنیاوی اہل بدعت اور معتزلہ کا مذہب ہے۔"

(قصیدہ نونیہ ص ۱۴۰)

تو آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے یا کہ نہیں؟

حضرت امام تقی الدین علی السبکی فرماتے ہیں:

۱......واما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانہا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا علی ما تقدم عن جماعۃ من العلماء۔

(شفاء السقام ص:۲۰۶)

ترجمہ: اور بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تمام سے اعلیٰ اکمل اوراتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اورروح دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔

امام سیوطی اور عقیدۂ اہل سنت

۲......اورحضرت امام جلال الدین سیوطی امام تقی الدین السبکی سے ہی نقل فرماتے ہیں:

وحیاۃ الانبیاء فی القبر کحیاتہم فی الدنیا ویشہد لہ صلاۃ موسی فی قبرہ فان الصلاۃ تستدعی جسدا حیا وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام۔

(الحاوی للفتاوی ۲/۱۵۲)

ترجمہ: اورانبیاء کرام کی قبر میں زندگی دنیا کی زندگی کی طرح ہے اوراس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے، کیونکہ نماز زندہ جسم کی متقاضی ہے اوراسی طرح شب معراج میں انبیاء کرام کی صفات جو کہ آپ ﷺ نے ذکر فرمائیں وہ تمام کی تمام بدنی صفات ہیں (نہ کہ صرف روح کی کہ حیات صرف روحانی ہو)۔

امام نورالدین علی بن احمد اور عقیدۂ اہل سنت

۳......حضرت امام نورالدین علی بن احمد السمہودی فرماتے ہیں:

واما ادلة حیاة الانبیاء فمقتضاها حیاة الابدان کحالة الدنیا مع الاستغناء عن الغذاء ومع قوة النفوذ فی العالم وقد اوضحنا المسألة فی کتابنا المسمّٰی بالوفا لما یجب لحضرة المصطفٰی ﷺ۔

(وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰی ۱۳۵۵/۴)

ترجمہ: اور انبیاء کرام کی حیاۃ کے دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی حیاۃ ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں ان کی حالت تھی، اس کے ساتھ ساتھ غذا سے مستغنی ہونے کے باوجود اور دنیا و عالم میں نفاذ کی قوت کے ساتھ۔ اور اس کی ہم نے وضاحت اپنی کتاب "الوفا لما یجب لحضرۃ المصطفٰی" میں کردی ہے۔

علامہ بدرالدین زرکشی اور عقیدۂ اہل سنت

۴......حضرت علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:

نه ﷺ فی آن واحد من اقطار نواحٍ متباعدة مع ان رؤیته ﷺ حق وهو حی فی قبره یصلی فیه باذان واقامة بانه ﷺ سراج کما قال اللہ تعالٰی وسراجا منیرا۔

(زرقانی علی المواهب ۳۹۵/۵)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ایک آن میں مختلف اقطار میں وجود ہونا اور آپ کی زیارت حق ہے اور آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ سورج ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو سراجاً منیرا کہا ہے۔

ملا علی قاری اور عقیدۂ اہل سنت

۵......حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فمن المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی حالۃ الدنیا فانھم بحسب القلب عرشیون وباعتبار القالب فرشیون۔

(شرح الشفاء ۲/۱۴۲)

اور قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جیسا کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی ارواح کا تعلق عالم علوی سفلی کیساتھ اسی طرح ہے جیسا کہ حالت دنیاوی میں تھا، پس وہ قلب کے لحاظ سے عرشی ہیں اور قالب (جسد) کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

شیخ محقق اور عقیدۂ اہل سنت

۷......حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال است حاضر وناظر۔

(مکتوبات شریف برحاشیہ اخبار الاخیار ص:۱۵۵)

ترجمہ: باوجود اس بات کے کہ امت کے علماء میں (کئی مسائل میں) اختلافات ہیں اور بہت سارے مذاہب (فرقے) ہیں لیکن اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی

اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ ہمیشہ باقی ہیں۔
اور امت کے (احوال) اعمال پر حاضر وناظر ہیں۔اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے
اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل کا وہم ہے۔

(حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی حیات دنیاوی وحقیقی ہونے میں علماءِ امت کا اجماع ہے اور اتفاق ہے اور اس میں کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں تو پتہ یہ چلا کہ حیات الانبیاء کی حیات حقیقی دنیاوی میں اختلاف حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے بعد پیدا ہوا اور منکرینِ حیات الانبیاء آپ کے بعد پیدا ہوئے۔)

ابن شیخ محقق اور عقیدۂ اہل سنت

۸......حضرت شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وقول مختار ومقرر جمہور ہمیں است کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بعد از ذائقت موت زندہ اند بحیات دنیوی۔(تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ۲۶۲/۲)

جمہور کے نزدیک طے شدہ حقیقت اور مختار قول یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام موت چکھنے کے بعد زندہ ہیں۔

نواب قطب الدین خان اور عقیدۂ اہل سنت

۱۰......حضرت مولانا نواب قطب الدین خان صاحب فرماتے ہیں:

"زندہ ہیں انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں۔یہ مسئلہ متفق علیہ، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔

(مظاہر حق ۴۴۵/۱)

مذکورہ بالاحضرات علماء اسلام کی عبارات سے واضح ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں بحیاتِ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں اور یہ مذہب مہذب امت کے علماء کی اکثریت کا ہے اور یہی مسلک اہل سنت ہے۔

امام ابن حجر مکی اور عقیدۂ اہل سنت

۱۱......حضرت امام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضا ها حياة الابدان كحالة الدنيا مع الاستغناء عن الغذاء۔

(الجوهر المنظم فى زيارة القبر الشريف للنبى المكرم المعظم ص:۲۷)

ترجمہ: اور حیات الانبیاء کے دلائل متقاضی ہیں کہ وہ حیاۃ ابدان کے ساتھ ہو جیسا کہ دنیا میں تھی لیکن غذا وغیرہ سے استغناء ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

الظاهر من الادلة ان حياة الشهداء اقوى من حياة الاولياء للنص عليها فى القرآن الكريم ودون حياة الانبياء لانهم بها اولى و اخرى والتفاوت فيها بمعنى التفاوت فى ثمراتها غير بعيد فتامله وقد نظر بعض ائمتنا الى ان حياته ﷺ امتازت بانها تقتضى اثباتها حتى فى بعض احكام الدنيا۔

(الجوهر المنظم ص: ۴۲)

ان دلائل سے ظاہر ہے کہ شہداء کی زندگی اولیاء کی زندگی سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ان کی زندگی کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہے اور انبیاء کی زندگی ان سے اولیٰ اور دوسری قسم کی ہے اور مختلف ہے اور یہ اختلاف حیاۃ کے ثمرات

میں سے بعید نہیں ہے اور ہمارے بعض ائمہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات ممتاز ہے کیونکہ یہ حیات اثبات کا تقاضا کرتی ہے حتی کہ اس پر بعض دنیاوی احکام بھی لاگو ہوتے ہیں۔

ترجمہ: اور پھر یہ جو قبر کی زندگی ہے اس پر مصروف دنیاوی زندگی کے بعض احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے نماز، آذان، اقامت اور سلام کو سن کر اس کا جواب دینا اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

حضرت قطب الوقت اور عقیدۂ اہل سنت

۱۶......قطب وقت حضرت الحاج فقیر اللہ بن عبدالرحمٰن الحنفی فرماتے ہیں:

ورد فی کثیر من الاحادیث الصحیحة الصریحة بانهم احیاء فی قبورهم مشغولون بعبادة ربهم یصلون ویصومون ویحجون ویلبون وان حیاتهم حسیة کحیوتهم فی الدنیا الا انهم مختفون من ابصارنا لانتقالهم من عالم شهادة الی عالم الغیب کاختفاء الملائکة الکرام الکاتبین وغیرهم ۔(قطب الارشاد ص:۳۷۶)

ترجمہ: اور بے شمار احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اور ان کی حیات حسی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی، سوائے اس کے کہ وہ ہماری آنکھوں سے ملائکہ کراما کاتبین کی طرح چھپے ہوئے ہیں کیونکہ وہ اس جہانِ شہادت سے جہانِ غائب کی طرف تشریف لے جاچکے ہیں۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب ششم

حیات النبی ﷺ......شواہد و واقعات

- حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

واقعۂ حرہ

اسلامی تاریخ کا یہ سانحہ یزید کے عہدِ حکومت میں پیش آیا۔ مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں مسلمانوں کی تاریخ اس خونی المیہ سے رنگی گئی۔ یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اکثر تابعین کرام تھے فوج کشی کا حکم دیا۔ مسلم بن عقبہ اس شامی فوج کا سردار تھا۔ اس لشکر نے اپنے ڈیرے حرہ کے مقام پر ڈالے۔

وحرة هذه ارض بظاهر المدينة لها حجارة سود كثيرة۔

(مجمع البحار ص:۲۵۲)

ترجمہ: حرہ مدینہ منورہ کے باہر وہ زمین ہے جہاں بہت سے سیاہ پتھر پائے جاتے ہیں۔

جب قتل عام اور لوٹ کا بازار گرم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس وقت مسجدِ نبوی میں حضرت سعید بن المسیب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر تابعی تھے، ان کی عظمتِ

شان کے باعث انہیں افضل التابعین کہتے ہیں۔آپ نے سینکڑوں ان ہستیوں کو دیکھا تھا جن کی آنکھیں آنحضرت ﷺ کی دولتِ دیدار سے بارہا شرف یاب ہو چکی تھیں۔

امام دارمی، ابن سعد، ابونعیم، زبیر بن بکار اور علامہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب نے ارشاد فرمایا:

اذا حانت الصلوۃ اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف ......لا یاتی وقت الصلوۃ الا وسمعت الاذان من القبر ثم اقمت الصلوۃ فتقدمت فصلیت وما فی المسجد احد غیری۔

(خلاصۃ الوفا للسمہودی ص:۳۸)

ترجمہ: جب نماز کا وقت ہوتا تھا، میں قبرِ شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا ...... جب بھی نماز کا وقت آتا، میں روضۂ اطہر سے اذان کی آواز سنتا، پھر اقامت بھی ہوتی اور میں اسی اقامت سے نماز پڑھتا، ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔

اسی واقعہ کو محدث شہیر علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب لایا ہے"۔

(حجج الکرامۃ ص۲۸۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقصۂ سماع سعید بن المسیب درایام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تا سہ روز کہ

مردم مفارقتِ مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است۔

(جذب القلوب ص۱۸۸، مدارج النبوۃ ۲/۹۵)

ترجمہ: ایام حرہ میں سعید بن المسیب کے حجرۂ شریفہ سے تین دن تک اذان سننے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ان دنوں لوگ مسجد نبوی میں نہ آتے تھے۔

قبر سے آواز آنے کی ایک اور مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے بعض صحابہ نے بے خبری میں ایک قبر پر خیمہ گاڑ دیا، اس سے سورہ تبارك الذی بیدہ الملك کی آواز آ رہی تھی، حتیٰ کہ اس نے تمام سورت ختم کی، صحابہ نے آ کر یہ واقعہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

ھی المانعۃ المنجیۃ وتنجیہ من عذاب القبر۔

ترجمہ: یہ سورت عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے۔

اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

دیوبند کے مشہور محدث سید انور شاہ لکھتے ہیں:

ان کثیرا من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان و الاقامۃ عند الدارمی وقراءۃ القرآن عند الترمذی ۔

(فیض الباری ۱/۱۸۵)

ترجمہ: بے شک بہت سے اعمال قبروں میں بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں، جیسے کہ دارمی کی روایت میں اذان اور اقامت کا وجود (واقعہ حرہ) اور ترمذی کی روایت سے قبر میں قرأت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا تدفین کے وقت امتی امتی کہنا

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبر انور سے، سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لئے کان قریب کیا تو آپ دعا کر رہے تھے "رب امتی رب امتی" یا اللہ! میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔

(مدارج النبوۃ فارسی مطبوعہ لکھنؤ ۴۴۲/۲)

آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی

اور نبی ﷺ سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی ﷺ کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الی قولہ) امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی نبی ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی۔ پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

(فیض الباری مطبع حجازی مصر ۲۰۴/۱)

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۵/۵)

مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم ﷺ کو اپنے روضۂ اقدس میں اپنے غلام کی تکلیف کا پتہ چل گیا اور مشکل کشائی فرمائی

بیرسٹر کے ایل گابا ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد لالہ ہرکشن لال گابا ڈپٹی کمشنر ملتان کے دفتر میں کلرک تھے مگر دیکھتے دیکھتے اتنی ترقی کی کہ حکومت پنجاب کے وزیر تعلیم بن گئے۔ وہ کروڑ پتی سرمایہ دار تھے اور ان کا دل اور دستر خوان وسیع تھا۔ آخر زمانہ میں انگریز حکمرانوں کے زیر عتاب آئے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں جان دی وسیع جائیداد کوڑیوں کے مول نیلام کر دی گئی۔ کے ایل گابا نے ۱۹۳۲ء میں اسلام قبول کیا اور ان کا نام کنھیا لال گابا کی جگہ خالد لطیف گابا رکھ دیا گیا یعنی دستخط اب بھی K.L.GAUBA ہی رہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے پر ہندو سماج میں زلزلہ آ گیا اور ان کو دوبارہ ہندو بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، مگر یہ اسلام پر قائم رہے۔ اور آج بھی قائم ہیں۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی جس کا نام prophet of the desert (پیغمبر صحرا) ہے۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ (اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اگر میسر ہو تو مطالعہ فرمائیں) گابا نے اپنی خودنوشت سوانح حیات friends and foes کے اندر حسب ذیل واقعہ بیان کیا ہے:

"پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ (یہ وہی ینگ ہیں جنہوں نے بوڑھے لالہ ہرکشن لال گابا پر ظلم ڈھائے تھے) کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو گئے اور ایک جھوٹے مقدمے میں مجھے ملوث کر کے پابند سلاسل

کردیا۔ ضمانت پر رہائی کے لئے انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ زر ضمانت مقرر کیا۔ روزنامہ "زمیندار" اور "احسان" نے مسلمانانِ ہند سے بار بار اپیل کی کہ اس نو مسلم کو قید سے رہائی دلائی جائے، مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی رقم بطور ضمانت پیش نہ کرسکا، جس کی وجہ سے مجھے چند ہفتے جیل میں گزارنے پڑے۔ اسی اثناء میں سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو خلاصۂ کائنات حضرت نبی آخرالزمان ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: سردار علی اٹھو اور صبح لاہور جا کر ایک نو مسلم قیدی خالد لطیف گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضمانت دے آؤ اور اُسے قید سے رہائی دلاؤ۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا۔ اس نے میرے متعلق ایک کتاب "پیغمبر صحرا" لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی ہے۔

ملک سردار علی اس زیارت بابرکت سے بے حد مسرور ہوئے۔ صبح کاغذات کی تصدیق کے لئے عدالت پہنچے مگر ہندو ڈپٹی کمشنر مسٹر چندرا آئی سی ایس نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا گابا باہر بھاگ جائے گا اور رقم ضبط ہو جائے گی۔ تم ضمانت نہ دو۔ ملک صاحب نے جواب دیا کہ جس بزرگ و برتر ہستی نے اس کام کے لئے حکم فرمایا ہے اس پر اگر میری جان قربان ہو جائے تو مقام مسرت ہوگا، ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا چیز ہے؟ میں نہیں جانتا خالد لطیف گابا کون شخص ہے؟ میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے تو خواب میں اس کا نام بتایا گیا ہے۔

ہندو ڈپٹی کمشنر نے کاغذات کی تصدیق نہ کی۔ مجبوراً ملک صاحب نے دو تین دوستوں سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد جمع کیا اور لاہور آ کر انگریز سیشن جج کی عدالت میں نقد زر ضمانت پیش کر کے مجھے رہائی دلائی۔

بقول علمائے دیوبند سرکار دو عالم ﷺ نے خود ہند میں تشریف لا کر دار العلوم کی بنیاد رکھی...... بعد از وصال

مدرسہ دار العلوم دیوبند (بھارت) ایک الہامی مدرسہ ہے۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔ زمین مل جانے کے بعد عمارت مدرسہ کے لئے بنیاد رکھ دی گئی۔ جب وقت آیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر نبی آخر الزمان ﷺ تشریف فرما ہیں۔ ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ ﷺ نے مولانا سے فرمایا۔ "شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ ﷺ نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے تا کہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود پایا۔ اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ (الہامی مدرسہ از قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند۔ یہ مضمون ماہنامہ الرشید لاہور کے دار العلوم دیوبند نمبر۔ فروری مارچ ۱۹۷۶ء جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۲-۳ صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۹ پر موجود ہے۔)

انور صابری نے اپنے ان اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خواب میں جس کے مبشر تھے شفیع دو جہاں
"نو درہ" اس خواب ماضی کی حسین تعبیر ہے

اس کے دامن سے ابلتے ہیں وہ چشمے فیض کے
جن کا حاصل زندگی کی آخری تفسیر ہے

''اشرف عمارات'' ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۷ء اس کی تعمیر کا مادہ تاریخ ہے۔ اس عمارت کے دو درجے ہیں اور ہر ایک درجے میں نو، نو دروازے ہیں۔ اس لئے یہ عمارت ''نو درہ'' کے نام سے موسوم ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ دارالعلوم کے طلباء کو پہچانتے تھے

حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندی مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند ایک دن دارالعلوم دیوبند کے صحن میں کھڑے تھے کہ دورۂ حدیث کا ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لے کر آیا اور شوربے کا پیالہ مولانا کے سامنے زمین پر دے مارا اور نہایت گستاخانہ انداز میں کہا یہ ہے آپ کا اہتمام و انتظام کہ شوربے میں نہ مصالحہ ہے نہ گھی۔ اور بھی سخت سست الفاظ کہے۔ اس گستاخی پر طلباء جوش میں آ گئے مگر مولانا، پوری متانت کے ساتھ خاموش رہے اور گستاخ طالب علم پر تین مرتبہ سر سے پیر تک نگاہ ڈالی۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے طلباء سے کہا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ طلباء نے اثبات میں جواب دیا آپ نے اس پر کہا نہیں یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق پر ثابت ہوا کہ وہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ اس کا ہم نام ایک دوسرا طالب علم ہے۔ اس نے دھوکے سے محض نام کے اشتراک کی وجہ سے کھانا پینا شروع کر دیا ہے ورنہ اس کا اندراج سرے سے رجسٹروں میں نہیں ہے۔ بات ظاہر ہو جانے پر طلباء نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس وثوق سے کس بناء پر اس کے طالب علم ہونے کی نفی کی۔ کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطۂ مولسری میں دارالعلوم کا کنواں دودھ

سے بھرا ہوا ہے اور اس کے کنارے پر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔ لینے والے آ رہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں خواب کے بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دار العلوم کی ہے۔ دودھ صورتِ مثال علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہ آ کر لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلباء آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی۔ لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پاؤں تک تین بار نظر ڈالی۔ یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں اس لئے میں نے وثوق سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کے لئے طلباء کا انتخاب بھی من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں نہ اشتہار ہے نہ پروپیگنڈہ، نہ ترغیبی پمفلٹ کہ طلباء آ کر داخل ہوں بلکہ من جانب اللہ جس کے قلب میں داخلے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے وہ خود ہی کشاں کشاں چلا آتا ہے۔

(تاریخ دیوبند صفحہ ۱۶۲، ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ص: ۱۳۹)

حضور ﷺ نے مجھے براہِ راست ہدایات ارشاد فرمائیں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مجھے براہ راست جن امور کی وصیت کی گئی ان میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ میں فروعات میں اپنی قوم کی مخالفت نہ کروں۔ چونکہ ہندوستانی مسلمان عرصہ دراز سے حنفی مسلک پر تھے۔ اس لئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اوپر حنفی مسلک کی پابندی واجب کر لی تھی لیکن ادیان وملل کی طرح وہ مختلف مسالک فقہ

میں بھی اساسی وحدت کے قائل تھے۔ چنانچہ اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے استفادہ کیا۔ فرمایا کہ میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ ﷺ مسالک فقہ میں کس خاص مسلک کی طرف رجحان رکھتے ہیں؟ تاکہ فقہ میں اس مسلک کی اطاعت کروں، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے نزدیک فقہ کے یہ سارے مسالک یکساں ہیں اور آپ ﷺ نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ فقہ کے چاروں مروجہ مسالک کی تقلید سے کبھی باہر قدم نہ رکھوں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کروں (مسالک فقہ کی طرح تصوف کے تمام طریقوں کو بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے نزدیک یکساں پایا۔

(فیوض الحرمین اردو ترجمہ مشاہدات ومعارف ص: ۳۰ تا ۳۶)

میں نے حضور ﷺ کو ظاہراً وعیاناً دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''فیوض الحرمین'' میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی تو میں نے روح مبارک ومقدس ﷺ کو ظاہرا وعیانا دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں، ان آنکھوں سے قریب۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیرہ یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد پھر میں آپ ﷺ کے روضۂ عالیہ مقدسہ کی طرف چند

بار متوجہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔ کبھی تو بصورت عظمت وہیبت جلوہ افروز ہوئے اور گاہے جذب ومحبت اور انسیت وانشراح کی شکل میں ظاہر ہوئے اور کبھی سریان کی شکل میں، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا آپ ﷺ کی روح مبارک سے لبریز ہے اور روح اقدس ﷺ اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں اور میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی اصل صورت کریم میں بار بار دیکھا، باوجودیکہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ جسمانیت میں تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ ﷺ نے اپنے قول مبارک میں ارشاد فرمایا:

> کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو موت نہیں آیا کرتی، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات دنیا کی سی ہے۔ وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں۔

اور جس وقت بھی میں نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا تو آپ ﷺ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہی مسلک اہل سنت وجماعت کا ہے۔ اپنے رسالہ ''آب حیات'' کے اندر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صدیقی بانی دارالعلوم دیوبند نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

(فیوض الحرمین ص: ۸۱ تا ۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید احمد بریلوی کو چھوہارے دیے اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نہلایا

ایک بار خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سید احمد شہید کے منہ میں تین چھوارے دیئے اور بہت محبت اور شفقت سے کھلائے، جب آپ بیدار ہوئے تو ان کی شیرینی آپ کے ظاہر و باطن سے ظاہر تھی۔ اس کے بعد ایک روز سید صاحب نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو اس طرح نہلایا جس طرح باپ اپنے بچوں کو نہلاتے دھلاتے ہیں۔ اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے دست اقدس سے ایک لباس فاخرہ پہنایا اس کے بعد طریقہ نبوت کے کمالات آپ سے ظاہر ہونے لگے۔

(صراط مستقیم ص:۱۶۳)

اگر مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو جہاں میٹھا ہے وہاں چلے جاؤ

دیوبند کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نے مدینہ طیبہ کے احترام کے سلسلہ میں ایک مرتبہ بیان کیا: مدینہ طیبہ میں ایک بزرگ تھے۔ رات کے وقت کھانا کھا رہے تھے کھانے میں دہی بھی تھا جو قدرے ترش تھا۔ ان بزرگ کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہے۔ اسی شب آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت نصیب ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کا دہی کھٹا ہے تو جہاں کا دہی میٹھا ہو وہاں تشریف لے جایئے ۔یہ خواب دیکھ کر وہ بزرگ سخت پریشان ہوئے۔ایک دوست بزرگ کو خواب سنایا انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے روضہ پر تشریف لے جایئے اور آپ کے توسل سے دعا کیجئے۔ان بزرگ نے ایسا ہی کیا۔سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی رات کو زیارت کی۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً مدینہ شریف چھوڑ دو۔دیوبند کے شیخ الاسلام نے یہ واقعہ سنا کر کہا کہ جو لوگ مدینہ طیبہ کی چیزوں پر تنقید کرتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔اس مقدس دیار کی ہر چیز کی تعریف کرنی چاہیے ہر چیز کو قبول کرنا چاہیے اور دل سے پسند کرنا چاہیے۔

(شیخ الاسلام نمبر از احمد حسن لاھر پوری ص:۱۵۹)

حیات النبی میں شک کرنے والے کو سرکار دو عالم ﷺ نے خود مشاہدہ کرا دیا

مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی جانب ہے، قبہ خضرا مشرقی گوشہ میں واقع ہے۔ مغرب کی جانب باب الرحمۃ کے متصل دالان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی درس دے رہے تھے۔گنبد خضرا کی جالیاں سامنے تھیں۔تلامذہ میں سے ایک کو "حیات النبی" ﷺ کے متعلق کافی شکوک تھے۔دوران درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضرا تھا نہ جالیاں بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے

ہوں) کہ حضرت مدنی نے انہیں اشارہ سے منع فرمادیا۔اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔

(شیخ الاسلام نمبر ص:۴۰)

سلطان نورالدین زندگی کے خواب میں آپ ﷺ کی تشریف آوری

علامہ نورالدین سمہودی مؤرخ ''تاریخ مدینہ'' نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الوفا'' میں جمال سنوی کے رسالے سے نقل کیا ہے کہ سلطان نورالدین زندگی رحمۃ اللہ علیہ جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں انہوں نے ۵۵۷ھ میں جب کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء تک رہا) میں مشغول تھے۔ایک رات نماز تہجد کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔دیکھا کہ آپ ﷺ دو گربہ چشم (کنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمارہے ہیں:

انجنی انقذنی من ھذین۔

ترجمہ:نجات دو،خلاصی کرو میری ان دونوں سے۔

سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا۔نوافل پڑھے اور لیٹ گئے،آنکھ اسی وقت لگ گئی اور پھر یہی خواب دیکھا۔پھر اٹھ کر،وضو کیا،نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں۔اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ

بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے۔ فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے یہ خیال کر کے کہ مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیے، اپنے وزیر، بیس اراکین مجلس اور دوسو سپاہیوں کو ہمراہ لے کر بہت سے زر و جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آ چکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ طیبہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا گیا کہ اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروا دوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں اس لئے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے۔ جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے، یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نظر نہ آئے۔ بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟ خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت صالح، سخی، عفیف، عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا۔ جوں ہی وہ سلطان کے روبرو پیش

ہوئے سلطان نے ان کو پہچان لیا مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا۔ عزت سے بٹھا کر ان سے باتیں کیں اور پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرہ میں جا نکلے۔ حجرہ کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ، وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقرائے مدینہ شریف پر صدقہ وخیرات کرنے کے لئے ایک گوشہ میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے کہ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی جو روضۂ رسول (علی صاحبہا صلوۃ والسلام) کی طرف کھودی جا چکی تھی۔ اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی، دونوں نے اقبالِ جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جسدِ مبارک نکال کر روم لے جائیں تا کہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً دشمنانِ مصطفیٰ سے

ہم نے جب حبِ رسول اللہ ﷺ اور دینداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لئے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوارِ رسول اللہ ﷺ میں رہیں تو مدینہ والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور محبت دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضۂ اطہر کے

بالکل متصل رہنے کے لئے ہم کو حجرہ دے دیا۔ہم نے چپکے چپکے روضہ مبارک کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں جا کر ڈال آتے اور دن میں اردگرد کے نخلستانوں اور قبا وغیرہ میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسدِ اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابروباراں وبجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا۔جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہوگئی۔وہ زاروقطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کا سرتن سے جدا کر دیا۔سجدۂ شکر بجالائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر ڈال دیا گیا کہ آئندہ ایسے خطرہ کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔اس واقعہ کا ذکر فقیہ حکم الدین یعقوب بن ابی بکر نے بھی مع سلسلہ رواۃ خود کیا ہے۔اس واقعہ کی تصدیق جمیع مورخین مدینہ منورہ مثلاً شیخ جمال الدین مطیری وجد الدین فیروز آبادی وغیرہ نے بھی کی ہے۔اپنی مشہور کتاب "جذب القلوب" میں یہ واقعہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔مولانا ظفر علی خان نے اس واقعہ کی روداد قدرے تفصیل کے ساتھ منظوم شکل میں بھی پیش کی ہے۔یہ واقعہ علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ "حج معظم" کے مصنف الحاج قاضی ابوالمعظم سید عبدالغفار نے صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۵ اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ "پلگریج ٹو المدینہ اینڈ مکہ" از کیپٹن رچرڈ فریڈرک برٹن۔یہ

کتاب ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی جس کا اردو ترجمہ "سفر دار المصطفیٰ" کے نام سے اس صدی کے شروع میں مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر و مالک "اخبار وطن" لاہور کی ادارت میں ہوا اور حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اس کے صفحہ ۱۱۵ کو ملاحظہ فرمایئے ۔غرض اس واقعہ کے بیسیوں حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں۔

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ متقی، پرہیز گار، پابند صوم وصلوٰۃ بادشاہ تھے۔ رات کا بیشتر حصہ تہجد و وظائف میں گذارتے تھے۔ عدل وانصاف، زہد وتقویٰ جود وسخا اور فتوحات کے اعتبار سے ملوک اسلام میں سلطان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ میں نے تواریخ ملوک کا تتبع کر کے دیکھا تو خلفائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم کے بعد سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے ..ابر کسی کو نیک سیرت نہ پایا۔ آپ اپنی زر خرید جائیداد کے منافع یا مال غنیمت کے حصہ سے گذر اوقات کرتے تھے۔ سونا، چاندی اور دیگر منہیات سے تمام عمر اجتناب کیا۔ شام، مصر جزیرہ، اور حجاز پر حکومت کی۔ بہت سے مدارس قائم کیے۔ دار الحدیث کی بنیاد ڈالی۔ سارے ملک میں شراب پینے، بیچنے اور خریدنے کی سختی سے ممانعت کا عام فرمان جاری کیا۔ ۲۱ شوال ۵۶۹ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۱۷۴ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ دمشق کی زیارت گاہوں پر عموماً مساجد تعمیر کردی گئی ہیں۔ جامعہ نور الدین میں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ فاتح بیت المقدس کی تربیت و پرورش آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

دشمنانِ شیخین کا زمین میں دھنسنا

محب طبری ریاض النضرہ میں اس جیسا ایک اور عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں:

روافض حلب کی ایک جماعت والی مدینہ کے پاس آئی اور اسے (مغالطہ یا) بہت سی رشوت اور لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ انہیں رات کے وقت حجرۂ شریفہ تک باریابی دے (تاکہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے اجسادِ مطہرہ کو کسی اور جگہ منتقل کر سکیں) امیر نے دربان کو کہہ دیا کہ جب وہ آئیں، تو حرم کا دروازہ کھول دے اور انہیں کسی بات سے نہ روکے۔

دربان کہتا ہے کہ "جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے چالیس رافضی کھودنے گرانے کے آلات اور شمع لے کر "باب السلام" پر آ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشے میں بیٹھ کر رونے لگا۔

خدا کی قدرت کہ ابھی وہ منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے کہ تمام کے تمام اپنے سب آلات و سامان کے ساتھ نیچے دھنس گئے۔ والی مدینہ جو بدمذہب اور منافق تھا انجام کار کا منتظر تھا اس نے مجھے بلایا اور ان لوگوں کا حال پوچھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا پورے کا پورا سنا دیا۔"

امیر نے کہا "کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کیا کہہ رہا ہے؟" میں نے کہا، امیر خود جا کر دیکھ لیں۔ ان کے دھنسنے کے کچھ آثار اور اُن کے کپڑوں کے بعض نشان ابھی باقی ہیں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''طبری نسبتِ ایں حکایت بہ ثقات می کند کہ بہ صدق و دیانت مشہور اند و بعضی مؤرخان مدینہ نیز دیگر کردہ اند''۔ (جذب القلوب ص:۱۱۳)

ذرا ان کی بھی سنئے

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی بزرگ حاجی سید محمد عابد نے مولوی اشرف علی تھانوی سے فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں، جسے میری زندگی میں ظاہر نہ کرنا۔ میں نے حالت بیداری میں حرم مکہ مکرمہ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے۔

دیوبندی مولوی مشتاق احمد مرحوم مفتی ریاست مالیرکوٹلہ (بھارت) نے فرمایا کہ میں جب مدینہ منورہ گیا تو وہاں کے مشائخ سے سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک نوجوان نے جب درگاہ رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو فوراً جواب آیا ''وعلیکم السلام یاولدی'' (وعلیکم السلام اے میرے بیٹے) جسے وہاں موجود سینکڑوں لوگوں نے سنا۔ بعد میں آپ ہی تو دارالعلوم دیوبند (اب اسلامک یونیورسٹی دیوبند، یوپی، بھارت) کے مشہور و معروف مدرس اول شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام سے مشہور ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں بعمر ۸۱ سال وہیں وصال فرمایا۔

(سلاسل طیبہ شیخ الاسلام نمبر ص:۷۷)

ذرا ہماری بھی سنئے

حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:

کہ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور عرض کرتے "السلام علیکم یارسول اللّٰہ" تو اندرونِ روضہ مقدسہ سے جواب آتا "وعلیکم السلام یاامام المسلمین"۔

حضرت شیخ نجم الدین صفہانی قدس سرہ کے مناقب میں تحریر ہے کہ جب بھی آپ حضرت رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتے تو باقاعدہ اس کا جواب سنتے تھے۔

(الدرالمنظوم فی ترجمۃ ملفوظ المخدوم)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے مدینہ طیبہ میں روضہ اطہر واقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کیا تو جواب میں کہا گیا "وعلیکم السلام یاقطب المشائخ" ہند کی ولایت ہم نے تجھے دی۔

(انیس الارواح)

شیخ ظہیر الدین عبدالرحمٰن علی برغش رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ نبی پاک ﷺ پر پہنچ کر سلام کیا تو آواز آئی "وعلیکم السلام یا ابا النجاشی"۔

(تواریخ الاولیاء ۲/۳۴۴۔ترجمہ نفحات الانس ص:۵۰۴)

سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ روضۂ رسول اللہ ﷺ پر بغرض سلام حاضر ہوتے تو جواب آپ کو باآواز بلند ملتا تھا، جسے سب سنتے تھے پھر جب رخصت کے وقت جاتے تو یہ شعر پڑھتے:

سیدی مرجعی و مولای بسفر میروم چہ فرمائی

اس کا جواب آپ کو روضہ مبارک سے یوں ملتا:

بسفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی

آخری بار رخصت کے وقت جواب نہ سنا گیا۔ آپ کی شیفتگی برائے رسول اللہ ﷺ ضرب المثل بن چکی ہے۔ آپ مدینہ طیبہ کے لئے علیحدہ سفر کرتے تھے۔ حج کے طفیل میں کبھی مدینہ منورہ نہ جاتے تھے۔

(ذکر حبیب یعنی حالات پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری ص: ۳۴۰)

امیر ملت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر رات کو مسجد نبوی ﷺ میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش تھا۔ اس رات دلائل الخیرات شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے، مجھی دے دی گئی کیونکہ رات عشاء کے بعد حرم شریف کی روشنیاں بجھادی جاتی ہیں اور کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک بجے جب میں "دلائل الخیرات" پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو قائم اللیل اور صائم الدہر تھے اور انہیں اندر رہنے کی اجازت تھی ، مجھ سے فرمایا کہ کل رات میں ریاض الجنت میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات ﷺ خود تشریف لائے اور مجھے فرمایا "شویہ، شویہ" یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔

(ملفوظات امیر الملت ص: ۷۳)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی بابت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وہ جب جوار پاک شہ لولاک ﷺ میں پہنچے تو جواب صلوٰۃ وسلام حضرت خیر الانام ﷺ سے مشرف ہوئے۔

(امداد المشتاق ص: ۱۲)

ارشاداتِ نبوت، خلفائے راشدین کے نظریات قدسیہ، ام المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیانات عالیہ، مذاہب اربعہ کی تصریحات، متکلمین کرام کے فیصلے اور شواہد و واقعات یکے بعد دیگرے آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ تاریخ اسلامی کے ان مختلف ادوار میں حیاتِ انبیاء کا مسئلہ اس کثرت سے بیان ہوتا رہا کہ ان تمام نقول کا استقصاء اور دلائل کا احصاء قریب قریب ناممکن ہے، ہاں یہ حقیقت لطف سے خالی نہیں کہ جہاں تاریخ کے ہر دور میں یہ مسئلہ اتنے شد و مد سے سامنے آتا رہا وہاں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ سوادِ اعظم اہل سنت کے کسی فقہی یا کلامی مسلک نے اس مرکزی نقطۂ حیات سے سرمو بھی تجاوز کیا ہو۔ تاریخ کے ہر دور میں بعض ائمہ واکابر کا اسے بیان کر دینا اور دوسرے اعیان امت میں سے کسی کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کی واضح شہادت ہے کہ انبیائے کرام کی حیاتِ برزخیہ کے جسمانی اور اسی دنیا والے جسم سے قائم ہونے پر جمیع اہل حق، اہل سنت کا ہر دور میں اجماع رہا ہے۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

باب ہفتم

حیات النبی اور مخالفین

حیات النبی اور علمائے دیوبند

عقیدۂ حیات النبی میں بھی ہر مسئلہ کی طرح علمائے دیوبند دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں گروہ اپنے متفقہ اسلاف کو اپنا حامی اور اپنا ہم مسلک ثابت کرتے ہیں اور مزید عجیب بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کے بڑوں کی عبارات واقعتاً اتنی متضاد ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا گورکھ دھندہ ہے، ایک گروہ عقیدہ حیاۃ النبی کو شرک اکبر بتاتا ہے تو دوسرا اسی کو عین جزوِ ایمان بتا رہا ہے۔ اصل میں یہ قدرت کا ان لوگوں سے انتقام ہے کہ انہوں نے عشاق رسول ﷺ یعنی اہل سنت کو ناروا طور پر مشرک کہا تو قدرت نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو انہیں مشرک کہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ آپس میں بدعتی، مشرک، گستاخ سبھی فتووں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اکابرینِ دیوبند چاہے وہ حیاتِ جسمانی دنیوی کے قائل ہوں یا منکر، وہ اپنی جگہ پر ولی اللہ بنے ہوئے ہیں، نہ بدعتی نہ مشرک اور نہ ہی گستاخ رسول۔ تو ان تمام رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اختلاف محض دکھاوا ہے کہ اگر کوئی خوش عقیدہ شخص ملے تو اس کو گمراہ کرنے کے لئے ایک گروہ کھڑا ہو جائے، دیکھیں جی ہم تو حیات الانبیاء کے قائل ہیں اور اگر کوئی زاہد خشک دستیاب ہو تو اس کو دوسرا گروپ کہے کہ دیکھیں جی ہم تو توحید میں اتنے پختہ ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی عام

مُردوں کی صف میں شامل کرتے ہیں۔(معاذ اللہ) جیسے یہ لوگ سیاسی طور پر ہمیشہ دوگروہوں میں تقسیم رہے ہیں۔ایک حکومتِ وقت کے حق میں دوسرا حکومت کے خلاف،تاکہ ہر طرف سے دنیاوی فائدہ حاصل کیا جاسکے۔اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان لوگوں نے اسی طرح دنیاوی فوائد حاصل کیے ہیں۔

بہر حال ہم یہاں کچھ علماء دیوبند کے حوالے صرف اس لئے پیش کررہے ہیں کہ الحمدللہ! مسلک حق اہل سنت کی سچائی ظاہر ہو جائے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ "الفضل ماشهدت به الاعدآء"

دیوبند مکتب کے سرخیل اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں سے اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے،اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت ومشیت حق۔

(نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی کراچی ص:۲۵،۲۶)

حیاتِ انبیاء شہداء سے اکمل واقوی ہے

دیوبندی حکم الامت مولوی اشرف علی تھانوی مزید لکھتے ہیں:

پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا،اور یہ رزق اس عالم کے

مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام ان سے اکمل واقوی ہیں۔ (نشر الطیب مطبع تاج کمپنی ص:۲۲۸)

اور جناب مولوی حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) نے لکھا ہے:

''آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام ۱/۱۵۳)

جناب مولوی محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے لکھا ہے:

''تمام اہل سنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز وعبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔''

(حیات نبوی ص:۲)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے:

ان النبی ﷺ حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ۔

(فتح الملہم شرح مسلم ۳/۱۹)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر منور میں اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

دوسری جگہ انہی نے لکھا ہے:

ودلت النصوص الصحیحۃ علی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کما سیاتی۔

(فتح الملہم ۱/۳۲۵)

ترجمہ: نصوصِ صحیحہ اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء کرام زندہ ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیھم الصلوۃ و السلام احیاء فی قبورھم۔

(بذل المجھود ۲/۱۱۷)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے لکھا:

''اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت ﷺ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اعلیٰ ہے۔''

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ۵/۳۷۱)

بے شک آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے عقیدے کا اظہار مزید یوں کرتے ہیں:

انّ النبی ﷺ حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ۔

(فتح الملھم ۳/۴۱۹)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ زندہ ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا اور بے شک آپ ﷺ اپنی قبر انور میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ان کثیرا من الاعمال قد ثبتت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی وقراءة القرآن عند الترمذی والحج عند البخاری۔

(فیض الباری ۱۸۳/۱)

ترجمہ: قبور میں بہت سے اعمال ثابت ہیں، محدث دارمی کے نزدیک اذان اوراقامت، امام ترمذی کے نزدیک تلاوتِ قرآن اورامام بخاری کے نزدیک حج۔

علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ (مولانا مفتی محمد شفیع)

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اوران کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں، (مولانا رشید احمد گنگوہی نے یہی صیغے لکھے ہیں:

"السلام علیک یا رسول اللہ " السلام علیک یاخیر خلق اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ "

(زبدۃ المناسک ص: ۹۰)

اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر "آب حیات" کے نام سے موجود

ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے ارشد خلفاء میں سے ہیں
ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف واہل بصیرت کے لئے کافی ہے اب جو
اس مسلک کے خلاف دعوی کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اُن کا اکابر دیوبند کے مسلک
سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

محمد یوسف بنوری، کراچی۔ عبدالحق اکوڑہ خٹک۔ مفتی محمد صادق، ناظم محکمہ امور
مذہبیہ بہاولپور۔ محمد رسول خان، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ شمس الحق، صدر وفاق
المدارس پاکستان۔ مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ظفر احمد عثمانی، شیخ الحدیث
دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ۔ بندہ محمد شفیع دارالعلوم کراچی۔

حیات النبی اور بانی دارالعلوم دیوبند کی منفرد تحقیق

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مسئلہ حیات النبی ﷺ

مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنائے
دیوبند خود مخمصے کی حالت میں ہیں اور حقیقتاً دیوبندیوں کے دونوں گروہ نانوتوی
صاحب کے عقیدہ حیات الانبیاء کے مخالف ہیں اصل میں دیوبندیوں کے عقائد عام
طور پر وقتی ہوتے ہیں جیسا ماحول دیکھا ویسا عقیدہ بنالیا۔

جب امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ
اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات پر مواخذہ فرمایا اور دیگر کفریہ عبارات
کے تحت علماء حرمین شریفین سے (حسام الحرمین) نامی فتوی حاصل کیا تو اپنائے دیوبند
میں کھلبلی مچ گئی اور رافضیوں کی طرح چند مجتہدین نے بیٹھ کر نئے عقائد ترتیب دیئے

اور حقیقت میں امام اہل سنت کی تائید کردی کہ جو عقائد انہوں نے ہماری (دیوبندیوں) کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہمارے نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی وہ کفر ہیں۔ ہمارے (نئے) عقائد یہ ہیں اور علماء حرمین کے سامنے المہند نامی کتابچہ کے ذریعے عقائد لکھ کر تائید حاصل کی۔

انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کا تھا جبکہ ایک مسئلہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق تھا۔ پرانا عقیدہ تو یہی تھا کہ معاذ اللہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

لیکن علمائے حرمین کے سامنے بالکل اس کے الٹ لکھ کر تائیدی فتوی حاصل کرلیا۔

اسی طرح چونکہ اس وقت حرمین شریفین کی حکومت اہل سنت کے پاس تھی اور وہ علمائے اہل سنت، نجدیوں کے سخت مخالف تھے اس لئے انہوں نے علماء دیوبند سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سوال کیا۔ وہ سوال اور اس کا جواب قارئین کے ذوق طبع کے لئے درج کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہوجائے کہ یہ حضرات کس طرح اپنے عقائد واقوال وقت کے مطابق ڈھالتے اور بدلتے ہیں۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور

سوال:

قد كان محمد بن عبدالوهاب النجدی يستحل دماء المسلمين واموالهم و اعراضهم وكان ينسب الناس كلهم الى الشرك ويسب السلف فكيف ترون ذلك وهل تجوزون تكفير السلف

والمسلمين واهل القبلة ام كيف مشربكم؟

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اوران کے مال وآبرو اورتمام لوگوں کومنسوب کرتا تھا شرک کی جانب اورسلف کی شان میں گستاخی کرتا تھااس کے بارے میں تمہاری کیارائے ہے،اورکیاسلف اوراہل قبلہ کی تکفیرکوتم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

الجواب:

الحكم عندنا فيهم ما قال صاحب الدرالمختار و خوارج هم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون انه على باطل كفروا معصية توجب قتاله بتاويلهم يستحلون دمائنا واموالنا ويسبون نسائنا الى ان قال وحكمهم البغاة ثم قال فكفرهم لكونه عن تاويل وان كان باطلا وقال الشامي في حاشيته كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم۔

(المهند على المفند ص۳۴ تا ۳۶)

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے ،جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفریا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کوواجب کرتی ہے ۔اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان ومال کوحلال سمجھتے اورہماری عورتوں کوقیدی بناتے ہیں، آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی ،ورعلامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے :جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن) عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو اُن کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے؟

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملتِ اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود ونصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلما حرمین طیبین پر قابض ہوگئے تو ادھر ابنائے دیوبند بھی اپنا مسلک وفیصلہ تبدیل کرلیا۔اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب عقیدہ وفیصلہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں دیکھیئے کہ دیابنہ کے امامِ وقت کیا تحریر فرماتے ہیں:

> ''محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے پیروکار مسلکا حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اوران کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشرواشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سطحی ذہن کے آدمی تھے اور توحید وسنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں

سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔اور علامہ
شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن
ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے
وللتفصیل مقام آخر انگریز نے اپنی سیاسی بقاء کے لئے انہیں بہت بدنام کیا۔"

(تسکین الصدور ص ۲۶۶)

باغباں بھی خوش رہے راضی رہی صیاد بھی

اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اس بارے میں کیا نظریہ تھا جس کی طرف
صاحب تسکین الصدور نے اشارہ کیا تو وہ بھی دیکھ لیں۔وہ کہتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں جن کے عقائد عمدہ تھے
اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے
مقتدی اچھے ہیں۔"

(فتاوی رشیدیہ ص:۲۳۵)

بہت ہی عمدہ گرفت کی ہے وکیل علمائے حق محقق اہل سنت حضرت علامہ محمد عباس
رضوی صاحب نے

بہر حال جملہ معترضہ کے طور پر یہ ایک نمونہ ہے کہ علمائے دیوبند نظریہ ضرورت
کے تحت اپنے نظریات وعقائد تبدیل کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر افراط وتفریط
کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے ثبوت کے لئے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کی
بے نظیر تصنیف "زلزلہ" کا مطالعہ مفید ہے۔

اسی افراط وتفریط کے مسائل میں سے ایک مسئلہ "حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ و
السلام" بھی ہے۔کچھ دیوبندی حضرات تو برزخی زندگی کے بھی قائل نہیں ہیں۔یعنی

جسم اقدس کے ساتھ روح کا بالکل تعلق مانتے ہی نہیں اور کچھ قبر میں حقیقی دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور ان دونوں گروہوں کے برعکس بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب آپ ﷺ کی وفات کے ہی منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر ایک آن کے لئے بھی "موت" واقع نہیں ہوئی اور آپ کی روح مقدسہ کا آپ کا جسدِ اقدس سے اخراج ہوا ہی نہیں۔

جناب قاسم نانوتوی نے تحریر کیا:

"ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لئے سماع انبیاء علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے۔ اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایام حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے۔"

(جمالِ قاسمی ص:۱۶)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیاتِ برزخی ہوجانا واقع نہیں ہوا۔"

(آبِ حیات ص:۳۷)

اور ایک جگہ اس طرح لکھا ہے:

"بالجملہ موتِ انبیاء اور موتِ عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے وہاں استتار حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے

......بالجملہ جیسے حیاتِ نبوی صلعم اور حیاتِ مؤمنین امت میں فرق ہے......ایسے ہی موتِ نبوی صلعم اور موتِ مومنین میں بھی فرق ہے۔"

(آبِ حیات ص: ۱۶۸،۶۹)

یہ شخص یعنی بانی دارالعلوم دیوبند پوری امتِ محمدیہ کے علمائے حق کے خلاف بلکہ قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے خلاف ایک ایسا عقیدہ اپنانے کے باوجود آج کل کے نام نہاد توحید پرستوں کے نزدیک نہ تو مشرک ٹھہرا اور نہ ہی بدعتی بلکہ ان کے لئے نزدیک حجۃ اللہ علی العالمین، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ، اور فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہے۔

اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجددِ دین وملت ومولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زدنی ہیں:

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

جناب مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں:

"اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی ہے اور وفات کا لفظ آپ کے حق میں بولنا بالکل درست اور صحیح ہے لیکن وفات کے بعد آپ کو پھر حیات مرحمت ہوئی۔ جمہور علماءِ اسلام موت کا معنی انفکاک الروح عن الجسد ہی کرتے ہیں۔"

(تسکین الصدور ص: ۲۱۶)

جب تمام مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں تو مولوی قاسم صاحب جو اس نظریہ کے حامل نہیں ہیں وہ مسلمان ٹھہرے یا کہ نہیں؟ اور کیا ان پر اس آیت کریمہ کا حکم لاگو ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا۔
(سورۃ النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

تو کیا یہ شخص مسلمانوں کے راستہ سے جدا چلا یا کہ نہیں؟
اور شاید اس بات کو جانتے ہوئے ہی صاحب تسکین الصدور نے یہ واضح جھوٹ لکھ مارا کہ:

''اور بعض علمائے ملت جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند بھی ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا یہ معنی کرتے ہیں:
کہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں۔''
(جمال قاسمی ص: ۱۵، تسکین الصدور ص ۲۱۶)

اب جناب مولوی صاحب سے سوال یہ ہے کہ وہ بعض علماء ملت جن کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے وہ کون ہیں کتنے ہیں؟ ان کے اسماء گرامی کیا ہیں؟ اہل سنت سے ہیں یا کہ نہیں؟ اور وہ کس دور کے ہیں؟ ترتیب وار جواب دیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ مولوی مذکور صاحب ہرگز ہرگز ان سوالوں کے جواب نہیں دیں گے۔

اب یہاں پر جناب مولوی سرفراز صاحب لکھتے ہیں:

"الغرض حضرت نانوتوی نے کیسی صاف گوئی سے یہ واضح کردیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کا عقیدہ ضروری ہے، اور علمی یا ذوقی طور پر بعض دیگر علماء کرام کی طرف موت کا جو معنی انہوں نے بیان فرمایا ہے اس کو نہ تو وہ عقائد ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں۔"

(تسکین الصدور ص:۲۱۷)

اب مولوی صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے۔ اگر یہ علمی اور ذوقی عقیدہ ومعنی ہے تو کیا نانوتوی صاحب کے علاوہ آپ سمیت پوری ذریت دیوبند، بدذوق اور بے علم ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ ومعنی نہ اپنایا؟

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی صحیح تھا تو اس کی تعلیم وتبلیغ ہونی چاہیے تھی۔

اور اگر یہ عقیدہ ومعنی غلط ہے اور یقیناً غلط ہے تو اس سے جناب نانوتوی صاحب کو تائب ہونا چاہیے تھا۔ لیکن غلط عقائد سے تائب ہونا اس کا تو دیوبندیوں کے یہاں دستور ہی نہیں ہے اور پھر یہ کہنا:

"اور نہ عام لوگوں کو اس کی تعلیم وتبلیغ کرتے ہیں۔" بلفظہٖ

تو جناب عالی کیا آپ کے نزدیک تبلیغ صرف بستر باندھ کر اور کاندھے پر اٹھا کر ہی کی جاتی ہے؟ اور نانوتوی صاحب نے بستر نہیں اٹھایا۔

کیا کتب لکھنا اور بار بار اس عقیدہ کا اظہار وتحریر کرنا تعلیم وتبلیغ نہیں تو اور کیا ہے؟

اس معنی وعقیدہ کے ثبوت کے لئے تو جناب نانوتوی صاحب نے مستقل ضخیم کتاب "آب حیات" کے نام سے لکھی اور پھر وہ کتاب شائع بھی ہوئی۔ کیا یہ تعلیم وتبلیغ نہیں ہے؟

اور یہ مسئلہ اپنی دیگر کتب مثلاً "جمالِ قاسمی" اور لطائفِ قاسمیہ میں بیان کیا تو اگر اب بھی کوئی کہے کہ یہ تعلیم و تبلیغ نہیں ہے تو یہ اس کے دماغ کا پھیر ہے یا پھر واقعی وہ شخص سمجھتا ہے کہ تبلیغ صرف لوٹے اور بستر اٹھا کر کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس کا تصور بھی نہیں ہے۔

اب دوسرے گروہ کی سنئے کہ جو ہر اس شخص کو بدعتی بلکہ مشرک قرار دیتا ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کو قبرِ منور میں زندہ تسلیم کرتا ہے یا آپ کے جسدِ اقدس جسدِ عنصری سے آپ کی روحِ مقدسہ کا تعلق مانتا ہے۔ وہ یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین نیلوی کہتا ہے:

گروہ نمبر ا...... جسدِ اطہر سے روح مبارک حضرت کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی اندر سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیات قویہ ہو گئی ہے۔

یہ ہے مسلک حضرت قاسم العلوم والخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا......

جمالِ قاسمی ص: ۱۵ میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا۔"

حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں یہ معنی متعارف نہیں بلکہ حضرت موت بمعنی "ستر الحیاۃ" لیتے ہیں۔"

(ندائے حق ۱/۵۷۴)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے۔"

(ندائے حق ۱/۶۳۶)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

"مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص واشارات کے خلاف جمال قاسمی ص:۱۵ میں فرماتے ہیں: ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔"

(ندائے حق ۱/۷۲۱)

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہ نہیں جو دوسرے علماء کا ہے۔

(ندائے حق ۱/۷۲۰)

اب جب اتنے حوالہ جات سے یہ ثابت ہوگیا کہ جناب نیلوی صاحب کے نزدیک جناب نانوتوی صاحب قرآن وحدیث کی نصوص اور علمائے امت کے خلاف مسلک رکھتے ہیں تو اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نیلوی صاحب کا نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا جو کہ علامہ ابن فورک کو محض اس لئے بدعتی ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو قبر انور میں حقیقی جسمانی اور دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

اور علامہ سبکی، امام ابوبکر قسطلانی شارح بخاری، قطب وقت امام شعرانی اور امام علامہ ابن حجر مکی صرف قبر میں حیاۃ النبی ماننے کی وجہ سے غالی کا لقب پا چکے ہیں۔

(ندائے حق ۱/۵۰۳)

تو آیئے دیکھئے کہ جناب نیلوی صاحب منکر وفات النبی نانوتوی صاحب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

"اب میرے اس قول سے یہ نہ سمجھ لینا کہ حضرت نانوتوی کے حق میں گستاخی کر گیا ہے اور مرزا کا ماں کے مساوی قرار دے گیا ہے۔ والعیاذ باللہ! میرے ہاتھ اور زبان جل جائیں اگر ان کے حق میں گستاخی کروں ہمیں قرائن قوریہ سے

یہ تیقن ہے کہ آپ فنافی الرسول تھے ،حدِ عشق رسول میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔"

(ندائے حق ۱/۵۷۵)

حضرات قارئین کرام! دیکھیے یہ لوگ ہیں قرآن وحدیث کے نام نہاد مبلغ اور توحید کے پرچاری۔ یہ ہے میزانِ عدل۔ اور یہ ہے قرآن کریم کے حکم "اعدلوا هو اقرب للتقوى۔ پر عمل۔

جناب نیلوی صاحب اگر نانوتوی صاحب فنافی الرسول تھے تو امام محمد بن الحسن بن فورک، امام تقی الدین السبکی، امام عبدالوہاب الشعرانی اور امام ابن حجر مکی کیسے بدعتی اور غالی ہو گئے۔ گستاخ رسول تو فنافی الرسول کے رتبہ پر فائز ہو گئے اور عشاقِ رسول بدعتی اور غالی بن گئے۔ فیاللعجب!

اُلٹی عقل ایسی کسی کو خدا نہ دے
دے آدمی کو موت مگر یہ بد ادا نہ دے

شُبہ:

اور اگر یہ ذہن میں آئے کہ ایسے معنی کرنا جیسے کہ نانوتوی صاحب نے کئے ہیں یہ تو واقعی محبتِ رسول کے متقاضی ہیں اور جناب نانوتوی تو واقعی عاشقِ رسول تھے۔

تو بات یہ نہیں ہے۔ دراصل نانوتوی صاحب ہر مسئلہ میں جمہور امت کے خلاف چلے ہیں۔ جیسے انہوں نے یہاں موت کے معنی عجیب وغریب کئے ہیں ایسے ہی انہوں نے "تحذیر الناس" نامی کتاب میں خاتم النبیین کے معنی بھی جمہور امت کے خلاف کر کے ایک نیا فتنہ برپا کر دیا تھا۔ وہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی، عوام کا خیال بتاتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد اور نبی آنے کا عقیدہ رکھتے ہوئے خاتم النبیین

کا معنی قادیانیوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی مرضی کے مطابق کر دیا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مرزا قادیانی نے ان سے ہی یہ معنی کشید کیا ہے۔

اور اگر نانوتوی صاحب انفکاک الروح عن الجسد کے معروف معنی کو چھوڑ کر استتار الروح فی الجسد کا نظریہ پیش کر کے اور یہ کہہ کر آپ ﷺ متصف بحیات بالذات ہیں فنا فی الرسول ہیں تو وہ بھی الفاظ ونظریہ دجال لعین کے لئے اپنانے پر فنا فی الدجال کیوں نہیں ٹھہرے؟

اب آپ جناب نانوتوی صاحب کا دجال کے بارے میں عبارت وعقیدہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ یہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں۔

> ”جیسے رسول اللہ (ﷺ) بوجہ منشائیت ارواح مؤمنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفکاک نہ ہوگی اور موت ونوم میں استتار ہوگا۔ انقطاع نہ ہوگا شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کو ایسا یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے۔ اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احادیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ تنام عیناى ولا ینام قلبی اور اس وجہ سے خیال مذکور یعنی دجال کا منشا و مولد ارواح کفار کو ہونا اور پھر اس کے ساتھ ابن صیاد ہی کا دجال ہونا زیادہ ترجیح ہوتا ہے اور اس کی صحت کا گمان قوی ہوا جاتا ہے۔“

(آبِ حیات: ۱۶۹)

معاذ اللہ، استغفر اللہ! گستاخی اور بے باکی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن معلوم

ہوتا ہے کہ اس خاندان (دیوبند) میں اس کی کوئی حدو انتہا ہے ہی نہیں۔

یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آقائے کل جہاں ﷺ کی روح مبارک روح الارواح ہے اور آپ کی ذات مقدسہ تمام ممکنات کیلئے منشاء وجود ہے۔ لیکن دجال لعین کے لئے منشائیت ارواح کفار کا قول کرنا کہاں کی دانشمندی وعلمی اور ذوقی بات ہے؟

ان لوگوں کا بھی عجیب معاملہ ہے کبھی تو شیطان کو حضور نبی اکرم ﷺ سے اعلم بتائیں۔ (براہین قاطعہ) اور کبھی دجال لعین کو پیارے آقا ﷺ کے برابر ٹھہرائیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ دجال کو متصف بحیات بالذات جان کر اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا بلکہ دجال کی موت اور نیند کا رسول اللہ ﷺ کی موت اور نیند سے پورا پورا تطابق کرنے کیلئے "تنام عینای ولا ینام قلبی" کا وصفِ نبوت بعینہ دجال لعین کے لئے ثابت کرنا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنانا یہ سب کچھ کیا ثابت کرتا ہے؟ عشق رسول ﷺ یا عشق دجال لعین؟

حیات النبی اور غیر مقلدین (وہابی)

غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کے متقدمین کی اکثریت تو حیاۃ النبی فی القبر کی قائل تھی لیکن بعد میں اس کے منکرین پیدا ہوتے گئے اور اب تو اکثریت اس کی منکر ہو چکی ہے ۔ڈاکٹر ذاکر نائیک، ڈاکٹر مسعود الدین، ناصر الدین البانی وغیرہ اور جو مانتے ہیں وہ بھی صرف برزخی زندگی جیسی کہ عام لوگوں کو قبور میں حاصل ہے۔ اس سے زیادہ وہ نبی اکرم ﷺ کی حیات فی القبر کو حیثیت دینے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

یہاں ہم چند غیر مقلدین کے بھی حوالے پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارا موقف زیادہ واضح ہو جائے۔

امام الوہابیہ ابن تیمیہ

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ:

والانبیاء احیاء فی قبورھم وقد یصلون۔

(مختصر الفتاوی المصریہ لابن تیمیہ ص: ۱۷۰)

ترجمہ: اور انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

جناب قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی صاحب فرماتے ہیں:

(والاحادیث) فیھا مشروعیة الاکثار من الصلوة علی النبی ﷺ یوم الجمعة وانھا تعرض علیہ ﷺ وانہ حی فی قبرہ۔ وقد ذھب جماعة من المحققین الی ان رسول اللہ ﷺ حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته وان الانبیاء لایبلون مع ان مطلق الادراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتٰی۔ و ردّ النص فی کتاب اللہ فی حق الشھداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاة فیھم متعلقة بالجسد فکیف الانبیاء والمرسلین۔

(نیل الاوطار ۲۴۸/۳)

ترجمہ: اور ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی مشروعیت ہے اور بے شک درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور بلاشک وشبہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور بے شک محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی وفات

کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیک کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور بے شک انبیاء کرام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے جبکہ مطلق ادراک جیسے علم اور سماع تو سب قبر والوں کے لئے ثابت ہے۔

اور شہداء کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں نص وارد ہوئی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کو رزق ملتا ہے اور ان کی یہ حیات جسم کے ساتھ ہے حضرات انبیاء و مرسلین کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہو گی۔

شوکانی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ چونکہ شہداء عظام کی حیاۃ فی القبر جسمانی ہے تو انبیاء کرام کی حیاۃ بطریق اولیٰ حقیقی و جسمانی ہو گی۔ کیونکہ انبیاء کے اجسام تو بالاتفاق صحیح و سالم ہوتے ہیں اور یہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہوتے ہیں۔

علامہ شوکانی ہی ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وانہ ﷺ حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم ۔وقد صححہ البیھقی والف فی ذلک جزءا قال الاستاذ ابومنصور البغدادی ۔قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا ﷺ حی بعد وفاتہ(انتھی)(نیل الاوطار ۵:)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ استاذ ابومنصور البغدادی نے فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب میں متکلمین اور محققین کا ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔

نواب صدیق الحسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں:

انہ ﷺ حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وقد صححہ البیھقی۔

(السراج الوھاج شرح مسلم ۱/۵۰۳)

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ وصالِ مقدس کے بعد اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کی امام بیہقی نے تصحیح فرمائی۔

یہی نواب صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اس کے اذان اور اقامت کے ساتھ۔ وکذلک الانبیاء۔" (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریۃ ص: ۵۲)

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

"اہل سنت کے دونوں مکاتب فکر کے اصحاب الرائے اور اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شہداء اور انبیاء زندہ ہیں۔ برزخ میں وہ عبادات، تسبیح وتہلیل فرماتے ہیں۔ ان کو رزق بھی ان کے حسب حال اور حسب ضرورت دیا جاتا ہے......

انبیاء کی زندگی کے متعلق سنت میں شواہد ملتے ہیں۔ صحیح احادیث میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق عبادت وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔"

(تحریک آزادی فکر ص: ۳۸۵)

مولوی عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

انھم احیاء فی قبورھم یصلون وقد قال النبی ﷺ من صلی علی

عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا بلغته۔

(التعلیقات السلفیة علی سنن النسائی ۲۳۷/۱)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اورنماز پڑھتے ہیں اورآنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

مولوی شمس الحسن عظیم آبادی نے لکھا ہے:

فان الانبیاء فی قبورهم احیاء قال ابن حجر المکی وما افاده من ثبوت حیاة الانبیاء حیاة بها یتعبدون ویصلون فی قبورهم مع استغنائهم عن الطعام و الشراب کالملئکة ......وقد ذهب جماعة من المحققین الی ان رسول الله ﷺ حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته ......

(عون المعبود شرح ابو داؤد ۳۰۵/۱)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حیات ایسی ہے کہ وہ عبادت کرتے ہیں اوراپنی قبور میں نمازیں ادا کرتے ہیں اور ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے مستغنی ہیں۔

اور محققین کی ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اوراپنی امت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں انه یسر بطاعات امته (کہ وہ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں) قابلِ غور ہے۔یہ عبارت شوکانی نے بھی نقل کی ہے جیسا کہ گذرا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت نیک

اعمال کررہی ہے یا کہ نہیں لازماً آیا تو آپ پر اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے ۔یا پھر آپ خود اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم خداوندی ہے:

اعملوا فسیر اللہ عملکم ورسولہ ( )

ترجمہ: عمل کرو اللہ اور اس کا پیارا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔

وکیل وہابیہ جناب مولوی وحیدالزمان صاحب نے لکھا ہے:

"تو کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح وسالم ہیں اور روح تو سب کی سلامت رہتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح وسالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے درود بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔"

(سنن ابن ماجہ مترجم ۱/۵۶۳)

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

"اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں ۔خصوصاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں ۔چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اوروں کی اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔"

(فتاوی نذیریہ ۱/۵۱، ۵۲ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ۹/۲۸۲، ۲۸۳)

جناب حافظ محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ ہیں بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لئے وہاں تعظیم وتعذیب کی صورت ہے۔ حدیث! الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(فتح الباری)

(الاعتصام ۲ شمارہ ۸ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ۱۲۵/۹)

محمد بن ناصر نجدی نے کہا ہے:

فان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجسام الانبیاء فھم فی قبورھم طریقون۔(مجموعہ رسائل النجدیہ ۱۵۲/۴)

ترجمہ: بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے پس وہ اپنی قبور میں تروتازہ ہیں۔

سوال:

قد کان محمد بن عبدالوھاب النجدی یستحل دماء المسلمین واموالھم و اعراضھم وکان ینسب الناس کلھم الی الشرک ویسب السلف فکیف ترون ذلک وھل تجوزون تکفیر السلف والمسلمین واھل القبلۃ ام کیف مشربکم؟

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اوران کے مال وآبرو اورتمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اورسلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اوراہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے تمہارا؟

جواب:

الحکم عندنا فيهم ما قال صاحب الدر المختار و خوارج هم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون انه على باطل كفروا معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دمائنا واموالنا ويسبون نسائنا الى ان قال وحكمهم البغاة ثم قال فكفرهم لكونه عن تاويل وان كان باطلا وقال الشامى فى حاشيته كما وقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله شوكتهم۔

(المهند على المفند ۳۴ تا ۳۶)

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم انکی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے: جیسا کہ ہمارے زمانے میں (محمد بن) عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جوان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

یہ علمائے دیوبند کا متفق علیہ فیصلہ اس وقت تھا جبکہ نجدیوں کی شوکت اللہ تعالیٰ نے توڑ دی تھی مگر شومئی قسمت کہ ملتِ اسلامیہ کے ازلی دشمن یہود ونصاریٰ کی مدد اور ملی بھگت کے ساتھ جب نجدی ظلما حرمین طیبین پر قابض ہو گئے تو ادھر ابنائے دیلبند نے بھی اپنا مسلک وفیصلہ تبدیل کر لیا۔ اب شاید ہی کوئی دیوبندی ہوگا جو کہ نجدیوں کے خلاف ہو۔ بلکہ اب عقیدہ وفیصلہ کیا ہے تو اس سلسلہ میں دیکھئے کہ دیلبند کے امام وقت کیا تحریر فرماتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکار مسلکا حنبلی ہیں جو مقلدین ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہوئے ان کی کتابوں کی خوب نشر واشاعت کرتے ہیں محمد بن عبدالوہاب باوجود حنبلی ہونے کے سلفی ذہن کے آدمی تھے اور توحید وسنت کے خوب داعی تھے ان سے وقتی مصلحت کے پیش نظر کچھ عوامی غلطیاں سرزد ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ عوام میں خاصے بدنام ہو چکے تھے۔ اور علامہ شامی اور حضرت مدنی جیسے بزرگ بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے وللتفصیل مقام آخر انگریز نے ان کو اپنی سیاسی بقاء کے لئے انہیں بہت بدنام کیا۔"

(تسکین الصدور ص ۲٦٦)

نتیجۂ بحث

ارشادات نبوت، خلفائے راشدین کے نظریات قدسیہ، ام المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیانات عالیہ، مذاہب اربعہ کی تصریحات، متکلمین کرام کے فیصلے اور شواہد و واقعات یکے بعد دیگرے آپ نے ملاحظہ فرمالئے۔ تاریخ اسلامی کے ان مختلف ادوار میں حیات انبیاء کا مسئلہ اس کثرت سے بیان ہوتا رہا کہ ان تمام نقول کا استقصاء اور دلائل کا احصاء قریب قریب ناممکن ہے، ہاں یہ حقیقت لطف سے خالی نہیں کہ جہاں تاریخ کے ہر دور میں یہ مسئلہ اتنے شدومد سے سامنے آتا رہا وہاں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ سواد اعظم اہل سنت کے کسی فقہی یا کلامی مسلک نے اس مرکزی نقطۂ حیات سے سرمو بھی تجاوز کیا ہو۔ تاریخ کے ہر دور میں بعض ائمہ واکابر کا اسے بیان کردینا اور دوسرے اعیان امت میں سے کسی کا اس پر نکیر نہ کرنا اس حقیقت کی واضح شہادت ہے کہ انبیائے کرام کی حیات برزخیہ کے جسمانی اور اسی دنیا والے جسم سے قائم ہونے پر جمیع اہل حق، اہل سنت کا تاریخ ملت کے ہر دور میں اجماع رہا ہے۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور، تحقیقات و تخصصات اسلامیہ کا منفرد ادارہ

اکیسویں صدی میں داخل ادوارِ زندگی کے تیز رفتار تنوعات، سائنسی، سماجی، سیاسی اور معاشی خیرہ کن تغیرات کا اہم تقاضہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی توضیح و تشریح ایسی مجتہدانہ بصیرت سے کی جائے جو فرقہ ورانہ تعصبات، متصوفانہ فکری جمود، انتہاپسندی تنگنائے اور بے معنی تاویلات سے یکسر و مبرا ہو۔ تا آنکہ تفقہ فی الدین کا منہاج واضح اور اسوۂ حسنہ و روایت اسلاف کی روح کے مطابق قرآن و سنت پر عمل کی راہ ہموار ہو۔ انسانیت محض تن پروری کی کشمکش اور جلب زر کی ہوس سے نکل کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔

عظیم ہے ہمارا ہمارا ماضی ایسے بہت سے مراکز و شخصیات کی بامعنی کاوشوں سے معمور ہے۔ دورِ حاضر میں بھی اس جہد مسلسل کا تسلسل جاری ہے۔

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور ان کی قدر و منزلت سے پورے طور پر شناسا اور ان کی سعی کو مبرور جانتا ہے تاہم ادارہ اپنے حصے کا کام کرتا ہے اور بہت ہی جانفشانی سے کرتا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور اپنی تمام تحقیقات و تخصصات کے دائرہ کا تعین چار ادلۂ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس کے تناظر میں کرے گا۔ چنانچہ ہر مسئلے کی تحقیق اور مستقبل میں پیش آمدہ امور کی تشخیص انہی ادلہ شرعیہ کے پس منظر میں کی جائے گی۔ ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور اس ضمن میں جامد الفکر لوگوں کی بجائے کشادہ ذہن، روایت سلف کے امین اور عصر حاضر کے تقاضوں کا صحیح ادراک رکھنے والے جید علماء اور اہل تحقیق کی ہر ممکن خدمات حاصل کرنے کے ساتھ اپنے تربیتی کیمپ میں ایسے افراد کی جماعت تیار کرے گا جو تحقیق و تدقیق کے اس عظیم مشن سے وفاداری کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔ اس گراں قدر مقصد کے حصول کے لئے ادارہ کی ترجیحات درج ذیل ہیں۔

جدید و قدیم علوم پر مشتمل بین الاقوامی معیار کی ڈیجیٹل لائبریری   مجلس تحقیق و تدوین   مجلس کلیۃ الشریعہ   الحسنین آڈیٹوریم

تعلیمی نظم و انداز تربیت

ادارہ مقتضائے حال کے مطابق طویل المدت سلسلہ درس و تدریس کی بجائے بامقصد تربیتی کورسز، سیمینارز، بین المذاہب مذاکرہ کا اہتمام کرے گا۔

اشاعتی نظم

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور اپنی کثیر المقاصد سرگرمیوں کی اشاعت کے لئے موقع کی مناسبت سے دنیا کی ہر زبان کو اختیار کر سکتا ہے تاہم اپنی قومی زبان اردو، دینی زبان عربی اور بین الاقوامی زبان انگریزی کو ترجیحاً اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ چنانچہ یہاں سے ہفتہ وار یا ماہانہ بنیادوں پر شائع ہونے والے مجلہ جات یا دیگر تصنیفات و تالیفات اور تراجم انہی زبانوں میں اشاعت پذیر ہوں گے نیز ویب سائٹس، آڈیو کیسٹس، سی ڈیز وغیرہ کو بھی اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ ادارہ اپنے اشاعتی کام میں تحقیقی و تدوینی کام کے علاوہ خصوصاً

قرآن کریم کی منفرد تفسیر   سیرت رسول اللہ   الہامی صحائف   احادیث و آثار صحابہ   تقابل ادیان

بین المسالک اختلافی مسائل کی صحیح تشخیص و حل قضاء اور تبلیغ جیسے اہم مسائل، معاملات کے علاوہ ختم نبوت، اسلام اور جدید سائنس، فقہ و اجتہاد اور اتحاد امت کو بطور خاص اپنا عنوان بنائے گا۔ نیز ان مقاصد کے حصول کے لئے ادارہ دنیا بھر کی مختلف زبانوں کی تعلیم و تعلم کا معقول بندوبست کرے گا۔

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور کی ان بامعنی سرگرمیوں کو بارآور بنانے کے لئے اہل ثروت و محبت سے خصوصی گزارش ہے کہ ہمارے کندھے سے کندھا ملا کر اپنے خلوص، مشاورت، معاونت سے نوازیں اور قوم کی فلاح کے لئے ہمارے ہمقدم ہوں۔

شعبہ نشر و اشاعت

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور پاکستان

سید گارڈن نزد سگیاں چوک شرقپور روڈ لاہور

0300-4645200 0346-4005060

E-mail:khadimazhari@yahoo.com